شمارہ نمبر ۲۶ — فروری/ ۲۰۲۳

وَقُلْ جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ ۚ إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوقًا

دوماہی مجلہ

الاجماع

* صرف تکبیر تحریمہ کے وقت ہی، رفع الیدین کرنا مسنون ہے۔

* حضرت ابن مسعودؓ کی روایت کی تحقیق۔ [محمد بن جابر الیمامیؒ کے طریق پر بحث]

* امام الاوزاعیؒ (م ۱۵۷ھ) کا مثالب ابی حنیفہ سے رجوع اور امام صاحبؒ (م ۱۵۰ھ) کے فضل و مقام کا اقرار۔

ناشر: الاجماع فاؤنڈیشن

صرف تکبیر تحریمہ کے وقت ہی، رفع الیدین کرنا مسنون ہے۔

از: مولانا نیاز احمد اوکاڑوی حفظہ اللہ

اختصار وترتیب وحاشیہ واضافہ: مولانا نذیر الدین قاسمی

امام ابوعیسی الترمذی رحمۃ اللہ علیہ (م ۲۷۹ھ) فرماتے ہیں کہ

حدثنا هناد نا وكيع عن سفيان عن عاصم بن كليب عن عبد الرحمن بن الاسود عن علقمة قال قال عبدالله (بن مسعود) الا اصلى بكم صلاة رسول الله صلى الله عليه وسلم فصلى فلم يرفع يديه الا فى اول مرة۔ وفى الباب عن البراء بن عازب، قال ابو عيسى حديث ابن مسعود حديث حسن [صحيح][۱]، وبه يقول غير واحد من اهل العلم من اصحاب النبى صلى الله عليه وسلم والتابعين وهو قول سفيان واهل الكوفة۔

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کیا میں تم لوگوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز نہ پڑھ کر دکھاؤں؟ پس سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم والی نماز پڑھ کر دکھائی، اور شروع نماز کے علاوہ کہیں بھی رفع یدین نہ کیا۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ (م ۲۷۹ھ) کہتے ہیں کہ ترک رفع یدین کے باب میں حضرت سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے بھی حدیث مروی ہے، اور (مذکورہ) سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

اور اس رفع یدین کے چھوڑنے کے قائل بے شمار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین عظام رحمۃ اللہ علیہم ہیں اور (جلیل القدر ثقہ، حافظ، مجتہد) امام سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۶۱ھ) اور اہل کوفہ بھی اسی کے قائل ہیں۔ (**سنن الترمذی: حدیث نمبر ۲۵۷، ت شاکر**)،

سند کی تحقیق:

(۱) امام ابوعیسیٰ ترمذیؒ (م ۲۷۹ھ) کا پورا نام محمد بن عیسیٰ بن سورۃ بن موسیٰ ہے، کنیت ابوعیسیٰ اور وطن کی نسبت ''بوغی'' اور ''ترمذی'' ہے اور بقول امام خلیلی رحمۃ اللہ علیہ (م ۴۴۶ھ) کے متفق علیہ، ثقہ ہیں۔ (**تہذیب التہذیب ج ۵ ص ۲۸۷**)

---

(۱) دیکھئے، ص ۳۱۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ کی ثقاہت وعدالت پر پوری امت کا اجماع ہے، آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ستر (۷۰) سال کی عمر پائی، اوراپنے وطن ترمذہی میں **۲۷۹ھ** میں انتقال فرما گئے اور وہیں دفن ہوئے۔

(۲)　امام ھناد بن السری رحمۃ اللہ علیہ (م **۲۴۳ھ**) صحیح مسلم وسنن اربعہ کے راوی اور ثقہ، حافظ ہیں۔ (**تقریب: رقم ۷۳۲۰، الکاشف**)

(۳)　امام وکیع بن الجراح رحمۃ اللہ علیہ (م **۱۹۷ھ**) کتب ستہ کے راوی اور ثقہ، حافظ، عابد ہیں۔ (**تقریب: رقم ۷۴۱۴**)

نوٹ:

یاد رہے مولانا عبدالرحمن مبارکپوریؒ (م **۱۳۵۳ھ**) نے بغیر کسی دلیل کے امام وکیع بن الجراح رحمۃ اللہ علیہ (م **۱۹۷ھ**) کے حنفی ہونے کا انکار کیا ہے، اور ٹھوس حوالوں کو مسخ کرتے ہوئے اس کی یہ تاویل کی ہے کہ ان کا اجتہاد حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ (م **۱۵۰ھ**) کے اجتہاد کے موافق ہوجایا کرتا تھا، نہ یہ کہ وہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے قول اور رائے پر فتویٰ دیتے تھے۔ (**محصلہ تحفۃ الاحوذی ج ۱ ص ۷**)، لیکن یہ تاویل سراسر باطل ہے اس لیے کہ اگر ان کا اجتہاد حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے اجتہاد کے مطابق ہوتا تو عبارت یوں ہوتی ''**یفتی کرائی ابی حنیفۃ وکقول ابی حنیفۃ**'' لیکن الفاظ ''**برائی ابی حنیفۃ وبقول ابی حنیفۃ**'' ہیں جس کے معنی یہ ہیں کہ وہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی رائے اور ان کے قول پر فتویٰ دیا کرتے تھے۔ الغرض امام وکیع بن الجراح رحمۃ اللہ علیہ (م **۱۹۷ھ**) حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد ہونے کے علاوہ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی رائے اور قول پر فتویٰ دیتے تھے (یعنی وہ حنفی تھے)۔[۱]

(۴)　امام سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ (م **۱۶۱ھ**) کتب ستہ کے راوی اور ثقہ، حافظ، امام، فقیہ، حجت، عابد ہیں۔ (**تقریب: رقم ۲۴۴۵**)

نوٹ:

اگرچہ سفیان ثوریؒ (م **۱۶۱ھ**) مدلس ہیں، مگر یہاں پر ان کا ''عنعنہ'' مقبول ہے، جس کی تفصیل ص: پر موجود ہے۔

---

(۱)　غالباً یہی وجہ ہے کہ حافظ عبدالقادر القرشیؒ (م **۷۷۵ھ**) نے امام وکیعؒ (م **۱۹۷ھ**) کو ''**الجواھر المضیة في طبقات الحنفية**'' میں شمار کیا ہے۔ (ج ۲: ص ۲۰۸)، نیز امام وکیعؒ (م **۱۹۷ھ**) نے امام صاحبؒ (م **۱۵۰ھ**) کی حدیث میں توثیق کی ہے اور ان سے روایت بھی لی ہے۔ (تفصیل کے لئے دیکھئے **مجلہ الاجماع: ش ۲۳: ص ۲۵**)

واللہ اعلم

(۵) عاصم بن کلیب بن شہاب الجرمی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۳۷ھ) صحیح مسلم، سنن اربعہ کے علاوہ تعلیقاً صحیح بخاری کے بھی راوی اور ثقہ ہیں۔(تحریر تقریب التہذیب: رقم ۳۰۷۵)، ان کی توثیق و تعدیل کے حوالے پیش خدمت ہیں۔

- امام ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ (م ۲۳۰ھ) لکھتے ہیں ''وکان ثقة يحتج به''۔(الطبقات الکبریٰ: ج۶: ص ۳۴۱)

- امام یحییٰ بن معین رحمۃ اللہ علیہ (م ۲۳۳ھ) کہتے ہیں ''ثقة''۔(تہذیب الکمال للمزی: ج ۱۳: ص ۵۳۸ رقم ۳۰۲۴ و تہذیب التہذیب ج ۳ ص ۳۳۰)

- امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ (م ۲۴۱ھ) فرماتے ہیں ''لا باس بحديثه''۔(الجرح والتعدیل للرازی: ج۶: ص ۳۵۰، رقم ۱۹۲۹)

- امام احمد بن صالح المصری رحمۃ اللہ علیہ (م ۲۴۸ھ) کہتے ہیں ''ثقة مامون''۔(تہذیب التہذیب: ج ۳: ص ۳۳۰)

- امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ (م ۲۶۱ھ) نے اپنی صحیح میں ان سے روایات لی ہیں۔(ملاحظہ ہو صحیح مسلم: ج ۲ ص ۴۱۴۔ ۱۹۷۔ ۳۵۰)

- امام ابوالحسن العجلی رحمۃ اللہ علیہ (م ۲۶۱ھ) نے فرمایا'' ثقة''۔(تاریخ الثقات ج ۱ ص ۲۴۲ رقم ۷۴۳)

- امام ابوداود رحمۃ اللہ علیہ (م ۲۷۵ھ) فرماتے ہیں کہ عاصم بن کلیب اہل کوفہ میں سب سے افضل ہیں۔(تہذیب الکمال للمزی: ج ۱۳: ص ۵۳۸ رقم ۳۰۲۴ و تہذیب التہذیب: ج ۵: ص ۵۶، رقم ۸۹)

- امام ابوحاتم رازی رحمۃ اللہ علیہ (م ۲۷۷ھ) کہتے ہیں ''صالح''۔(الجرح والتعدیل للرازی: ج۶: ص ۳۵۱)

- امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ (م ۳۰۳ھ) کہتے ہیں'' ثقة''۔(ایضاً)

- امام ابن خزیمہ رحمۃ اللہ علیہ (م ۳۱۱ھ) نے امام عاصم بن کلیب سے اپنی کتاب صحیح ابن خزیمہ میں بہت سی روایات لی ہیں۔(صحیح ابن خزیمہ رقم: ۲۲۷۴، ۲۱۷۳، ۲۱۷۲، ۱۴۷، وغیرہ)

- حافظ ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ (م ۳۵۴ھ) لکھتے ہیں ''من متقني الكوفيين''۔(مشاہیر علماء الامصار: ج ۱: ص ۲۶۰، رقم ۱۳۰۵)

- امام ابن شاہین رحمۃ اللہ علیہ (م ۳۸۵ھ) لکھتے ہیں "ثقة مامون"۔ (تاریخ اسماء الثقات ج ا ص ۱۵۰ رقم ۸۳۳)

- حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ (م ۷۴۸ھ) لکھتے ہیں " ثقة و کان فاضلاً عابداً۔ صدوق"۔ (المغنی: ج۱: ص ۳۲۱ رقم ۲۹۹۲، تاریخ اسلام: ج ۳: ص ۶۶۷۴ رقم ۱۲۶، دیوان الضعفاء: ج۱: ص ۲۰۴ رقم ۲۰۳۹، ذکر اسماء من تکلم فیہ وھو موثق: ج۱: ص ۱۰۴ رقم ۱۷۰)، نیز حافظ ذہبیؒ (م ۷۴۸ھ) نے ان سے مروی احادیث کو صحیح بھی قرار دیا ہے (تلخیص مستدرک ج ۴: ص ۲۴۵)

- علامہ صلاح الدین خلیل بن ایبک الصفدی رحمۃ اللہ علیہ (م ۷۶۴ھ) لکھتے ہیں "فاضل عابد"۔ (ملخصاً الوافی بالوفیات: ج۱۶: ص ۳۲۶)

- حافظ ابن الملقن رحمۃ اللہ علیہ (م ۸۰۴ھ) سے ثقہ اور صدوق لکھتے ہیں۔ (البدر المنیر: ج ۳: ص ۶۰۱، ج ۵ :ص ۲۹۶)

- حافظ ابو الحسن نور الدین الہیثمی رحمۃ اللہ علیہ (م ۸۰۷ھ) عاصم کی روایت کے بارے میں کہتے ہیں "ورجاله ثقات"۔ (مجمع الزوائد ج ۶ ص ۲۹۸ رقم ۱۰۷۷۸، باب الدیات فی الاعضاء وغیرھا)

- امام، حافظ ابو العباس احمد بن ابی بکر البوصیری رحمۃ اللہ علیہ (م ۸۴۰ھ) عاصم کی ایک روایت کے بارے میں لکھتے ہیں "هذا اسناد صحیح رجاله ثقات"۔ (مصباح الزجاجہ فی زوائد ابن ماجہ: ج۱: ص ۱۱۳ رقم ۳۳۶، باب الاشارۃ فی التشہد)

- حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ (م ۸۵۲ھ) لکھتے ہیں "صدوق... الخ"۔ (تقریب التہذیب: ج۱ ص ۲۸۶)

- امام احمد بن عبد اللہ الخزرجی رحمۃ اللہ علیہ (م بعد ۹۲۳ھ) نے کہا: "وثقه ابن معين و النسائي"۔ (خلاصة تذهيب تهذيب الكمال: ص ۱۸۳)

لہذا محدثین کے نزدیک، عاصم بن کلیب بن شہاب الجرمیؒ ثقہ ہیں۔[۱]

(۶) عبدالرحمن بن الاسود رحمۃ اللہ علیہ (م ۹۹ھ) کتب ستہ کے راوی اور ثقہ ہیں۔(تقریب التہذیب: رقم ۳۸۰۳)

(۷) علقمہ بن قیس رحمۃ اللہ علیہ (م ۶۲ھ) بھی کتب ستہ کے راوی اور ثقہ، ثبت ہیں۔(تقریب التہذیب: رقم ۴۶۸۱)

(۸) عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ (م ۳۳ھ) مشہور صحابی رسول ﷺ ہیں۔

آٹھویں راوی جلیل القدر صحابی سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ہیں آپ کا شجرہ نسب ''عبداللہ بن مسعود بن غافل بن حبیب بن شمخ بن فار بن مخزوم بن صاہلہ بن کاہل بن الحارث بن تمیم بن سعد بن ہذیل بن مدرکہ بن الیاس بن مضر'' ہے سب سے پہلے اسلام لانے والوں میں سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا چھٹا نمبر تھا۔آپ رضی اللہ عنہ نے حبشہ اور مدینہ منورہ دونوں طرف ہجرت کی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تقریباً تمام غزوات میں شامل ہوئے۔

اور یہ بات تو شک وشبہ سے بالاتر ہے کہ آفتابِ نبوت سے اکتساب نور کرنے کے بعد تمام حضراتِ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نجومِ ہدایت تھے بعض کو ایسے جزوی فضائل حاصل تھے کہ دوسرا کوئی ان میں ان کا ہم پایہ نہ تھا، سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی شخصیت بھی انہی حضرات میں سے ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے معلمین قرآن میں سب سے پہلا نمبر ان کا بیان فرمایا ہے۔(صحیح بخاری: ج۱:ص ۵۳۱، صحیح مسلم: ج ۲:ص ۲۹۳) اور فرمایا جس چیز کو تمہارے لئے ابن مسعود رضی اللہ عنہ پسند کرتے ہیں میں اس پر راضی ہوں۔(مستدرک: ج ۳:ص ۳۱۹) اور فرمایا ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے عہد اور تحقیق کو مضبوطی سے قائم رکھو۔(الاستیعاب: ج۱:ص ۳۵۹)

سیدنا عقبہ بن عمرو رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے جنابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد میں نے ماانزل اللہ (یعنی جو کچھ خدا تعالیٰ نے نازل کیا ہے) کا ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے بڑا عالم کوئی نہیں دیکھا۔حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کیوں نہ ہو وہ ہر وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس رہتے تھے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان سے کسی وقت حجاب نہیں کرتے تھے۔(صحیح مسلم: ج ۲:ص ۲۹۳)، مشہور تابعی شقیق رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ میں ابن مسعود رضی اللہ عنہ پر کسی صحابی

---

(۱) عاصم بن کلیبؒ کے بارے میں اہل حدیث علماء کی جماعت نے علی بن المدینیؒ (م ۲۳۴ھ) کا قول نقل کیا ہے کہ ''لا يحتج به إذا انفرد''۔(تہذیب التہذیب: ج۵:ص ۵۶) اور یہ قول امام علی بن المدینیؒ (م ۲۳۴ھ) کی کتاب ''العلل الکبیر'' میں موجود ہے۔(اکمال تہذیب الکمال: ج ۷:ص ۱۲۰)، مگر یہ جرح، جرح غیر مفسر ہونے کی وجہ سے مردود ہے۔واللہ اعلم

کر ترجیح نہیں دیتا۔(**مستدرک حاکم: ج ۳: ص ۳۱۹**) یہی وجہ ہے کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ علیٰ رؤس الاشہاد فرمایا کرتے تھے اس خدا کی قسم جس کے سوا کوئی دوسرا الٰہ نہیں قرآنِ کریم کی کوئی سورت اور کوئی آیت ایسی نہیں جس کا شانِ نزول مجھے معلوم نہ ہو کہ کس موقع اور کس حالت میں نازل ہوئی ہے۔اور میں کتاب اللہ کا اپنے سے بڑا عالم کسی کو نہیں پاتا۔(**صحیح بخاری: ج ۲: ص ۷۴۸، صحیح مسلم: ج ۲: ص ۲۹۳**)، امام نووی رحمۃ اللہ علیہ (م ۶۷۶ھ) لکھتے ہیں کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ حضرات خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم سے بھی کتاب اللہ کے بڑے عالم ہیں۔(**شرح مسلم ج ۲ ص ۲۹۳**)، سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ان کو علم کا انبار کہا اور اہل کوفہ کی طرف تعلیم قرآن کیلئے ارسال کیا۔(**تاریخ بغداد: ج ۱: ص ۱۴۷**)، آپ رضی اللہ عنہ مدینہ میں آکر بیمار ہوئے اور (**۳۲ھ**) میں وفات ہوئی، بقیع کے قبرستان میں دفن ہوئے، سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے ان کی نمازِ جنازہ پڑھائی۔(**الاصابہ: رقم ۴۹۴۵ وحلیۃ الاولیاء: ج ۱: ص ۱۲۴**)

خلاصۃ التحقیق:

مذکورہ بالا تحقیق سے معلوم ہوا کہ حدیث عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے تمام راوی ثقہ ہیں اور سند صحیح ہے، مگر ائمہ وعلماء نے اس حدیث پر اعتراضات کئے ہیں، جن کو جوابات کے ساتھ ملاحظہ فرمائیں:

اعتراض نمبر "۱": [عبدالرحمن کا سماع، علقمہ سے ثابت نہیں]

اہل حدیث عالم، شیخ رئیس ندوی حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ پر اعتراض کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

عاصم نے روایت مذکورہ عبدالرحمن بن اسود سے نقل کی ہے اور عبدالرحمن نے اسے اپنے چچا علقمہ سے نقل کیا ہے اور عبدالرحمن کا سماع بتصریح منذری علقمہ سے ثابت نہیں۔(تلخیص السنن للمنذری)، اس علت قادحہ کو رفع کرنے اور علقمہ سے عبدالرحمن کا سماع ثابت کرنے پر مفتی نذیری کے امام مصنف بذل المجہود نے بڑا زور لگایا ہے مگر اپنے اثبات مدعا میں موصوف ناکام رہے ہیں۔(**بلفظہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا صحیح طریقہ نماز: ص ۴۱۱-۴۱۲**)

الجواب:

عبدالرحمن بن الاسودؒ (**م ۹۹ھ**) کے بارے میں حافظ المشرق، امام خطیب بغدادیؒ (**م ۴۶۳ھ**) کہتے ہیں کہ

"**سمع أباه، وعلقمة بن قيس**"

امام عبدالرحمن بن الاسود رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے والد محترم اور (اپنے چچا) امام علقمہ بن قیس رحمۃ اللہ علیہ سے

احادیث سنی ہیں۔(المتفق والمفترق للخطیب :ج ۳:ص ۱۴۸۷،رقم ۸۱۴)

اور یہی بات امام عبید اللہ بن علی البغدادی رحمۃ اللہ علیہ(م ۵۸۰ھ) نے بھی کہی ہے۔(تجرید الاسماء والکنٰی :ج ۲ :ص ۷۴)،

مسند احمد بن حنبل میں عبدالرحمن بن الاسود رحمۃ اللہ علیہ(م ۹۹ھ) کا علقمہ بن قیس رحمۃ اللہ علیہ(م بعد ۶۰ھ) سے سماع مذکور ہے، چنانچہ امام احمد بن حنبلؒ(م ۲۴۱ھ) فرماتے ہیں کہ

حدثنا یحییٰ بن آدم حدثنا عبداللّٰہ بن ادریس املاہ عَلَیَّ من کتابہ عن عاصم بن کلیب عن عبدالرحمٰن بن الاسود حدثنا علقمۃ عن عبداللّٰہ قال علمنا۔۔۔۔ الخ۔(مسند احمد بن حنبل :ج ۷:ص ۸۷،رقم ۳۹۷۴)

اور اس حدیث کے بارے میں شیخ ،محدث شعیب الارنوؤطؒ(م ۱۴۳۸ھ) فرماتے ہیں کہ

’’إسنادہ صحیح علی شرط مسلم‘‘۔(مسند الامام احمد:ج ۷:ص ۸۷،ت الارنووط)

نیز جزء رفع یدین میں بھی سماع کی تصریح موجود ہے۔(**جزء رفع یدین :رقم ۳۲**)

فلھذا بالتحقیق والیقین ثقہ تابعی عبدالرحمن بن الاسود رحمۃ اللہ علیہ(م ۹۹ھ) کا علقمہ بن قیسؒ(م بعد ۶۰ھ) سے سماع بلا شک وشبہ ثابت ہے اور رئیس ندوی صاحب کا اعتراض مردود ہے۔

رئیس ندوی صاحب کا انصاف یا۔۔۔؟؟؟

پھر رئیس ندوی صاحب کا دوغلا پن ملاحظہ کریں کہ وہ یہاں تو ترک رفع یدین کی روایت میں علقمہ سے عبدالرحمن کے عدم ثبوت سماع کا بہانا بنا کر حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ کو ضعیف قرار دے رہے ہیں(حالانکہ ماقبل میں گزر چکا ہے کہ عبدالرحمن کا علقمہ رحمۃ اللہ علیہ سے سماع بسند صحیح ثابت ہے)،جبکہ دوسری جگہ امام عبدالرحمن بن الاسود رحمۃ اللہ علیہ کی علقمہ بن قیس رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کردہ بوقت رکوع تطبیق کے متعلقہ اپنی پسندیدہ حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ کو صحیح قرار دیا ہے۔

چنانچہ ندوی صاحب لکھتے ہیں:

اس بات کو ناظرین کرام ذہن نشین رکھتے ہوئے،**’’صحیح سند‘‘** کے ساتھ مروی ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی مندرجہ ذیل حدیث ملاحظہ فرمائیں’’**ان عبداللّٰہ بن مسعود قال علمنا رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم الصلٰوۃ۔۔۔۔ الخ**۔‘‘(**بلفظ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا صحیح طریقہ نماز:ص ۴۰۱**)

اعتراض نمبر "۲": [سفیان ثوریؒ (م ۱۶۱ھ) مدلس ہے]

زیر بحث حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے متعلق رئیس ندوی کہتے ہیں کہ:

یہ حدیث امام سفیان بن سعید ثوری رحمۃ اللہ علیہ نے "معنعن" نقل کی ہے جو مدلس ہیں اور ان کی مدلس روایت ساقط الاعتبار ہے۔ **(بلفظہ مجموعہ مقالات پر سلفی تحقیقی جائزہ: ص ۵۷۲)**،

یہی اعتراض، مشہور سلفی شیخ عبدالرحمٰن المعلمیؒ (م ۱۳۸۶ھ) اور زبیر علی زئی نے بھی کیا ہے۔ **(ملاحظہ ہو التنکیل: ج ۲ :ص ۲۷۷، نور العینین: ص ۱۳۴)**

الجواب:

اولاً مدلس رایوں کے مختلف طبقات ہیں، حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ (م ۸۵۲ھ) کی طبقاتی تقسیم کے مطابق پہلے اور دوسرے طبقہ کے مدلسین کی معنعن روایات بالکل صحیح وقابل حجت ہیں۔

امام سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۶۱ھ) طبقہ ثانیہ کے مدلس ہیں اور چونکہ طبقہ ثانیہ کے مدلس راویوں کی بیان کردہ معنعن احادیث صحیح وقابل حجت ہوتی ہیں، اس اُصول کے مطابق سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کی معنعن زیر بحث حدیث بالکل صحیح ہے اور درج ذیل محدثین کرام رحمۃ اللہ علیہم، عرب محققین او مستند اہل حدیث کے اسماء کی باحوالہ ایک فہرست حاضر خدمت ہے، جنہوں نے صراحتاً سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کو دوسرے طبقہ کا مدلس قرار دیا ہیں۔

- حافظ صلاح الدین العلائیؒ (م ۷۶۱ھ) فرماتے ہیں کہ

"ثم يعلم بعد ذلك أن هؤلاء كلهم ليسوا على حد واحد بحيث أنه يتوقف في كل ما قال فيه واحد منهم عن ولم يصرح بالسماع بل هم على طبقات:

أولها: من لم يوصف بذلك إلا نادراً جداً بحيث إنه لا ينبغي أن يعد فيهم كيحيى بن سعيد الأنصاري وهشام بن عروة وموسى بن عقبة۔

وثانيها: من احتمل الأئمة تدليسه وخرجوا له في الصحيح وإن لم يصرح بالسماع، وذلك إما لإمامته أو لقلة تدليسه في جنب ما روى، أو لأنه لا يدلس إلا عن ثقة، وذلك كالزهري وسليمان الأعمش وإبراهيم النخعي وإسماعيل بن أبي خالد وسليمان التيمي وحميد الطويل والحكم بن عتيبة ويحيى بن أبي كثير وابن

جريج والثوري وابن عيينة وشريك وهشيم، ففي الصحيحين وغيرهما لهؤلاء الحديث الكثير مما ليس فيه التصريح بالسماع، وبعض الأئمة حمل ذلك على أن الشيخين اطلعا على سماع الواحد لذلك الحديث الذي أخرجه بلفظ عن ونحوها من شيخه، وفيه نظر، بل الظاهر أن ذلك لبعض ما تقدم آنفاً من الأسباب، قال البخاري : لا أعرف لسفيان الثوري عن حبيب بن أبي ثابت ولا عن سلمة بن كهيل ولا عن منصور۔ ذكر ذلك مشايخ كثرة۔ لا أعرف لسفيان عن هؤلاء تدليساً ما أقل تدليسه''۔(جامع التحصیل للعلائی:ص ۱۱۳)

معلوم ہوا کہ حافظ العلائیؒ (م ۷۶۱ھ) کے نزدیک، وہ طبقات ثانیہ کے مدلس ہے۔

- حافظ ابوزرعۃ، ابن العراقیؒ (م ۸۲۶ھ) فرماتے ہیں کہ

''هذه أسماء من ظفرت به ممن نسب إلى التدليس، ولنختم ذلك بفصلين: أحدهما: قال الحافظ صلاح الدين العلائي: ثم يعلم بعد ذلك أن۔۔۔''۔(کتاب المدلسین لابن العراقی:۱۰۸-۱۰۹)

یعنی، حافظ ابوزرعۃ، ابن العراقیؒ (م ۸۲۶ھ) بھی، حافظ العلائیؒ (م ۷۶۱ھ) کی رائے ''کہ سفیان الثوریؒ طبقات ثانیہ کے مدلس ہیں'' سے متفق ہیں۔ واللہ اعلم

- اسی طرح، حافظ سبط ابن العجمیؒ (م ۸۴۱ھ) کہتے ہیں کہ

''ثم اعلم أيها الواقف على هؤلاء انهم ليسوا على حد واحد بحيث يتوقف في كل ما قال فيه كل واحد منهم عن أو قال أو ان أو بغير أداة ولم يصرح بالسماع بل هم طبقات۔ قال الحافظ العلائي:

أولاً - من لم يوصف بذلك الا نادرا جدا بحيث انه ينبغي ان لا يعد فيهم كيحيى بن سعيد الانصاري وهشام بن عروة وابن عقبة۔

ثانيها - من احتمل الائمة تدليسه وخرجوا له في الصحيح وان لم يصرح بالسماع وذلك اما لامامته أو لقلة تدليسه في جنب ما روى أو لانه لا يدلس الا عن ثقة وذلك كالزهري وسليمان الاعمش وإبراهيم النخعي وإسماعيل بن أبي خالد وسليمان التيمي وحميد الطويل والحكم بن عتيبة ويحيى بن أبي كثير وابن جريج والثوري۔۔۔۔۔''۔(التبيين لأسماء المدلسين:ص ۶۵)

یعنی حافظ سبط ابن العجمیؒ (م ۸۴۱ھ) کے نزدیک بھی سفیان ثوریؒ (م ۱۶۱ھ) کی ''عنعنہ'' مقبول ہے۔ واللہ اعلم

- حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ (م ۸۵۲ھ) نے ان کو طبقات المدلسین کے "دوسرے طبقہ" میں شمار کیا ہے۔

(تعریف اھل التقدیس بمراتب الموصوفین بالتدلیس: ص ۳۲)

- حافظ ابن حزم الظاہریؒ (م ۴۵۶ھ) فرماتے ہیں کہ

وأما المدلس فينقسم إلى قسمين أحدهما حافظ عدل ربما أرسل حديثه وربما أسنده وربما حدث به على سبيل المذاكرة أو الفتيا أو المناظرة فلم يذكر له سندا وربما اقتصر على ذكر بعض رواته دون بعض فهذا لا يضر ذلك سائر رواياته شيئا لأن هذا ليس جرحة ولا غفلة لكنا نترك من حديثه ما علمنا يقينا أنه أرسله وما علمنا أنه أسقط بعض من في إسناده ونأخذ من حديثه ما لم نوقن فيه شيئا من ذلك وسواء قال أخبرنا فلان أو قال عن فلان أو قال فلان عن فلان كل ذلك واجب قبوله ما لم يتيقن أنه أورد حديثا بعينه إيرادا غير مسند فإن أيقنا ذلك تركنا ذلك الحديث وحده فقط وأخذنا سائر رواياته۔

وقد روينا عن عبد الرزاق بن همام قال كان معمر يرسل لنا أحاديث فلما قدم عليه عبد الله بن المبارك أسندها له وهذا النوع منهم كان جلة أصحاب الحديث وأئمة المسلمين كالحسن البصري وأبي إسحاق السبيعي وقتادة بن دعامة وعمرو بن دينار وسليمان الأعمش وأبي الزبير وسفيان الثوري وسفيان بن عيينة وقد أدخل علي بن عمر الدارقطني فيهم مالك بن أنس ولم يكن كذلك ولا يوجد له هذا إلا في قليل من حديثه أرسله مرة وأسنده أخرى وقسم آخر قد صح عنهم إسقاط۔۔۔۔(الاحکام لابن حزم: ج ۱: ص ۱۴۱-۱۴۲، ت شاکر)

- شیخ محمد بن حسین بن سلیمان الفقیہؒ (م ۱۳۵۵ھ) فرماتے ہیں کہ

ومن هذا كان المدلسون على مراتب:

الأولى: من لم يوصف بذلك إلا نادراً جداً, فلا يعد في المدلسين مثل: يحيى بن سعد الأنصاري, وهشام بن عروة, وموسى بن عقبة والزهري۔

الثانية: من احتمل الأئمة تدليسه, وخرجوا له في الصحيح وإن لم يصرح بالسماع وذلك لإمامته وقلة تدليسه في جانب ما روى, مثل سفيان بن عيينة۔

الثالثة: من أكثر من التدليس فلم يحتج الأئمة بشيء من أحاديثهم إلا بما صرحوا فيه بالسماع, ومنهم من رد حديثهم إلا بما صرحوا فيه بالسماع، ومنهم من رد حديثهم مطلقاً, ومنهم من قبله مطلقاً مثل: أبي الزبير محمد بن مسلم المكي۔

الرابعة: من اتفق الأئمة على أنه لا يحتج بشيء من أحاديثهم إلا بما صرحوا فيه بالسماع لكثرة تدليسهم عن الضعفاء والمجهولين مثل: بقية بن الوليد۔

الخامسة: من ضعف بأمر ضعف آخر سوى التدليس فحديثهم مردود ولو صرحوا بالسماع إلا أن يوثق من كان ضعفه يسيراً مثل عبد الله بن لهيعة۔(منظومة الجرح والتعديل من المنظومات العلمية: ص ١٤-١٥)

- شیخ حماد بن محمد الانصاریؒ (م ١٤١٨ھ) فرماتے ہیں کہ

''ثم اعلم أن هؤلاء المدلسين الذين ستسمع تراجمهم_ إن شاء الله_ ليسوا على حد واحد بحيث تتوقف في كل ما قال فيه كل واحد منهم "عن" أو "أن" أو "قال" أو بغير أداة ولم يصرح بالسماع، بل هم على خمس طبقات:

أولها: من لم يوصف بذلك إلا نادرا جدا بحيث إنه ينبغي أن لا يعد فيهم كيحيى بن سعيد الأنصاري وهشام بن عروة وابن عقبة،

وثانيها: من احتمل الأئمة تدليسه وخرّجوا له في الصحيح، وإن لم يصرح بالسماع، وذلك إما لإمامته أو لقلة تدليسه في جنب ما روى أو لأنه لا يدلس إلا عن ثقة وذلك كالزهري وسليمان الأعمش وإبراهيم النخعي وإسماعيل بن أبي خالد وسليمان التيمي وحميد الطويل والحكم بن عتيبة ويحيى بن أبي كثير وابن جريج والثوري وابن عيينة وشريك وهشيم، ففي الصحيحين وغيرهما لهؤلاء الحديث الكثير ما ليس فيه التصريح بالسماع، وبعض الأئمة حمل ذلك على أن الشيخين اطلعا على سماع الواحد لذلك الحديث الذي أخرجه بلفظ "عن" ونحوها عن شيخه، وفيه نظر بل الظاهر أن ذلك لبعض ما تقدم آنفا من الأسباب. قال البخاري: لا أعرف لسفيان الثوري عن حبيب بن أبي ثابت ولا عن سلمة بن كهيل ولا عن

منصور...وذكر مشايخ كثيرة، لا أعرف لسفيان عن هؤلاء تدليسا، ما أقل تدليسه''۔(إتحاف ذوي الرسوخ بمن رمي بالتدليس من الشيوخ للحماد بن محمد الانصاری)

- شیخ الالبانیؒ (م ۱۴۲۰ھ) کا حوالہ آگے آرہا ہے۔
- مشہور فقیہ، شیخ محمد بن صالح العثیمینؒ (م ۱۴۲۱ھ) فرماتے ہیں کہ

والمدلسون كثيرون، وفيهم الضعفاء والثقات؛ كالحسن البصري، وحميد الطويل، وسليمان بن مهران الأعمش، ومحمد بن إسحاق والوليد بن مسلم، وقد رتبهم الحافظ إلى خمس مراتب:

الأولى - من لم يوصف به إلا نادراً؛ كيحيى بن سعيد.

الثانية - من احتمل الأئمة تدليسه، وأخرجوا له في "الصحيح"؛ لإمامته، وقلة تدليسه في جنب ما روى؛ كسفيان الثوري، أو كان لا يدلس إلا عن ثقة؛ كسفيان بن عيينة.

الثالثة - من أكثر من التدليس غير متقيد بالثقات؛ كأبي الزبير المكي.

الرابعة - من كان أكثر تدليسه عن الضعفاء والمجاهيل؛ كبقية بن الوليد.

الخامسة - من انضم إليه ضعف بأمر آخر؛ كعبد الله بن لهيعة۔(مصطلح الحدیث لابن العثیمین: ص ۱۵)

- مشہور محدث، شیخ نور الدین عترؒ (م ۱۴۴۲ھ) فرماتے ہیں کہ

وتتفاوت أحوال المدلسين تفاوتا كبيرا، فمنهم من احتمله الأئمة لثقته وندرة تدليسه، بحيث يرى المحدث أن هذا من صحيح حديثه، ليس مما دلسه. ومنهم من احتملوه لكونه لا يدلس إلا عن ثقة، مثل سفيان بن عيينة الإمام الكبير، وقد أخرج له الشيخان. ومنهم ثقات كثر تدليسهم عن الضعفاء والمجهولين، مثل بقية بن الوليد الحمصي، فلا يحتج بحديث هذا الصنف إلا إذا صرح بالسماع. ومنهم ضعفاء لا يحتج بهم ولو صرحوا بالسماع، وازدادوا بالتدليس ضعفا مثل عطية العوفي. وقد فصل مراتبهم الحافظ العلائي بأحسن بيان، واستمد منه الحافظ ابن حجر۔(منهج النقد في علوم الحديث: ص ۳۸۱)

- دکتور عبد الکریم الخضیر حفظہ اللہ فرماتے ہیں کہ

فلا شك أن ما جاء في الصحيحين لا يحتاج أن يبحث فيه، ولا يطعن بسبب عنعنة مدلس، وهنا خارج

الصحيحين لا مانع من أن يطلب التصريح، وأن يرد الخبر إذا لم يصرح مدلس لا سيما إذا كان من الطبقة الثالثة، من طبقات المدلسين إذا كان من الثالثة فإنه لا بد أن يصرح بالتحديث، فالطبقة الأولى من لم يدلس إلا نادراً، يعني في جنب رواياته، وهذا النادر وجوده كعدمه، الثانية: من احتمل الأئمة تدليسه لإمامته كالسفيانين، وهذا لا يحتاج أن يصرح، أما من أكثر من التدليس ودلس عن ثقة وغير ثقة فإنه لا بد أن يصرح بالتحديث، كما هنا أبو الزبير من الطبقة الثالثة، وأما الطبقة الرابعة من المدلسين فإنهم الذين يدلسون ويكثرون منه عن الضعفاء وعن الثقات، أو جرحوا بغير التدليس، فإن هؤلاء ولو صرحوا بالتحديث۔(شرح مقدمة ابن ماجہ: ج۵:ص۱۱)

۔　شیخ الالبانیؒ (م ۱۴۲۰ھ) کے شاگرد، شیخ أبو أسامة، سليم بن عيد الهلالي حفظہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ

''شيخنا أسدُ السُّنَّةِ وناصرُها العلامة الألباني - رحمه الله - في "الصحيحة" (1651/209/4):

"وهو ثقة، ولكنه كان يدلس، وقد عنعنه عندهم جميعًا! لكنه يبدو أنه قليل التدليس؛ ولذلك أورده الحافظ في المرتبة الثانية من رسالته "طبقات المدلسين"؛ وهي المرتبة التي يورد فيها من احتمل الأئمة تدليسه وأخرجوا له في "الصحيح"؛ لإمامته وقِلّة تدليسه في جنب ما روى؛ كالثوري..

قلت: وهو كما قال - رحمه الله''۔(عُجالةُ الرّاغِب المُتَمَنّي في تخريج كِتابِ عَمَلِ اليَوم وَالليلة لابن السُّنِّي: ج۲:ص۵۵۷)

-　مشہور سلفی، شیخ سليمان بن ناصر بن عبد الله العلوان حفظہ للہ فرماتے ہیں کہ

عن ابن عمر قال: قال رسول الله، صلى الله عليه وسلم: "لا تقبحوا الوجه فإن الله عز وجل خلق آدم على صورة الرحمن". رواته ثقات وعنعنة الأعمش لا تضر، لأنه من المقلين من التدليس وهو ممن احتمل أكثر الأئمة عنعنته، أما إذا دلت قرينة على أنه دلس في الحديث فهنا يطرح حديثه وحديث الباب ليس هناك دليل يدل على أنه دلس فتعليل الحديث بعنعنة الأعمش تعليل عليل، وكثيراً ما يصحح الأئمة الكبار أحاديث للأعمش وهي معنعنة، وهذا أمر مشهور عند أهل الحديث، وقد ذكر ابن حجر مراتب الموصوفين بالتدليس، فذكر خمس مراتب، وعدّ الأعمش من أهل المرتبة الثانية، وقد قال عن أهل هذه المرتبة في المقدمة: من

احتمل الأئمة تدليسه وأخرجوا له في الصحيح لإمامته وقلة تدليسه في جنب ما روى، كالثوري أو كان لا يدلس إلا عن ثقة كابن عيينة۔(القول المبين في إثبات الصورة لرب العالمين: ص۲۸)

- نیز برصغیر کے قدیم علماء اہل حدیث کے نزدیک بھی سفیان ثوریؒ (م ۱۶۱ھ) طبقات ثانیہ کے مدلس ہے، چنانچہ

* مولانا عبدالرحمٰن المبارکفوریؒ (م ۱۳۵۳ھ) فرماتے ہیں کہ

الثوري وهو سفيان بن سعيد بن مسروق الثوري أبو عبد الله الكوفي ثقة حافظ فقيه عابد إمام حجة من رؤوس الطبقة السابعة وكان ربما دلس مات سنة إحدى وستين ومائة كذا في التقريب والخلاصة قلت قال الحافظ في طبقات المدلسين وهم أي المدلسون على مراتب الأولى من لم يوصف بذلك إلا نادرا كيحيى بن سعيد الأنصاري الثانية من احتمل الأئمة تدليسه وأخرجوا له في الصحيح لإمامته وقلة تدليسه في جنب ما روى كالثوري أو كان لا يدلس إلا عن ثقة كابن عيينة انتهى۔(تحفۃ الاحوزی: ج۱: ص۳۲)

* مولانا یحییٰ گوندلویؒ (م ۱۴۰۵ھ) فرماتے ہیں کہ

سفیان دوسرے طبقے کے مدلس ہیں۔(طبقات المدلسین: ص۹)، دوسرے طبقے کے مدلسین کے متعلق حافظ ابن حجرؒ نے لکھا ہے: ائمہ حدیث نے ان کی تدلیس برداشت کی ہے اوران کی حدیث صحیح سمجھی ہے، کیونکہ یہ لوگ امام تھے اور تدلیس کم کرتے تھے، جیسے امام ثوری ہیں یا صرف ثقہ سے تدلیس کرتے تھے، جیسے ابن عیینہ ہیں۔(خیر الکلام: ص۲۸۹)

* محدث العصر، سید محب اللہ شاہ راشدیؒ (م ۱۴۱۵ھ) فرماتے ہیں کہ

چونکہ یہ (ثوری) طبقات المدلسین، مؤلف، حافظ ابن حجرؒ میں یہ مرتبہ ثانیہ میں مذکور ہے، لہذا اس کا عنعنہ مقبول ہے۔(مقالات راشدیہ: ج۱: ص۳۰۵)

* سید بدیع الدین راشدی صاحب (م ۱۴۱۶ھ) کہتے ہیں کہ

''المرتبة الثانية وهم المدلسون عن ثقات أو غيرهم في بعض الاوقات والحكم فيهم كالذين تقدموا [اعني كحكم المرتبة الاولى] فالحسن البصري الامام قدر موا ثم سفيانان۔۔۔''۔(جز منظوم فی اسماء المدلسین: ص۸۸، طبع مع الفتح المبین للزبیر علی زئی، طبع شوال ۱۴۲۶ھ)

لہذا جب جمہور ائمہ محدثین اور علماء کرام کی ایک جماعت نے سفیان ثوریؒ (م ۱۶۱ھ) کو طبقات ثانیہ کا مدلس مان

کر، ان کی ''عنعنہ'' کو مقبول مانا ہے، تو ان کے ''عنعنہ'' پر اعتراض ہی بیکار ہے۔

دوم　　امام سفیان الثوریؒ (م ١٦١ھ) کبھی کبھار تدلیس کرنے والے یعنی قلیل التدلیس بھی تھے، اور قلیل التدلیس کا عنعنہ بھی مقبول ہوتا ہے۔ (دیکھئے مجلہ الاجماع: ش ٣: ص ٢٤٢)، اس لحاظ سے بھی ان کا ''عنعنہ'' مقبول ہے۔ چنانچہ

- امام ابو عبد اللہ، محمد بن اسماعیل البخاریؒ (م ٢٥٦ھ) فرماتے ہیں کہ

''ما أقل تدليسه''

ان کی تدلیس بہت کم ہے۔ (**علل الکبیر للترمذی: ص ٣٨٨**)،

- حافظ شمس الدین الذہبیؒ (م ٧٤٨ھ) فرماتے ہیں کہ

''سفيان بن سعيد الحجة الثبت، متفق عليه، مع أنه كان يدلس عن الضعفاء، ولكن له نقد و ذوق، ولا عبرة لقول من قال: يدلس و يكتب عن الكذابين''۔ (ميزان الاعتدال: ج ٢: ص ١٦٩)

یعنی حافظ الذہبیؒ (م ٧٤٨ھ) کے نزدیک، سفیان ثوریؒ (م ١٦١ھ) کا عنعنہ کا مقبول ہے۔ واللہ اعلم

- حافظ صلاح الدین العلائیؒ (م ٧٦٢ھ) فرماتے ہیں کہ

''الإمام المشهور تقدم أنه يدلس ولكن ليس بالكثير من ذلك''۔ (جامع التحصیل: ص ١٨٨)

* نیز ایک اور جگہ فرماتے ہیں کہ

''ثم يعلم بعد ذلك أن هؤلاء كلهم ليسوا على حد واحد بحيث أنه يتوقف في كل ما قال فيه واحد منهم عن ولم يصرح بالسماع بل هم على طبقات:

أولها: من لم يوصف بذلك إلا نادراً جداً بحيث إنه لا ينبغي أن يعد فيهم كيحيى بن سعيد الأنصاري وهشام بن عروة وموسى بن عقبة۔

وثانيها: من احتمل الأئمة تدليسه وخرجوا له في الصحيح وإن لم يصرح بالسماع، وذلك إما لإمامته أو لقلة تدليسه في جنب ما روى، أو لأنه لا يدلس إلا عن ثقة، وذلك كالزهري وسليمان الأعمش وإبراهيم النخعي وإسماعيل بن أبي خالد وسليمان التيمي وحميد الطويل والحكم بن عتيبة ويحيى بن أبي كثير وابن

جريج والثوري وابن عيينة وشريك وهشيم، ففي الصحيحين وغيرهما لهؤلاء الحديث الكثير مما ليس فيه التصريح بالسماع، وبعض الأئمة حمل ذلك على أن الشيخين اطلعا على سماع الواحد لذلك الحديث الذي أخرجه بلفظ عن ونحوها من شيخه، وفيه نظر، بل الظاهر أن ذلك لبعض ماتقدم آنفاً من الأسباب، قال البخاري: لا أعرف لسفيان الثوري عن حبيب بن أبي ثابت ولا عن سلمة بن كهيل ولا عن منصور۔ ذكر ذلك مشايخ كثرة۔ لا أعرف لسفيان عن هؤلاء تدليساً ما أقل تدليسه''۔(جامع التحصیل: ص ۱۱۳)

یعنی حافظ العلائیؒ (م ۷۶۲ھ) کے نزدیک، وہ قلیل التدلیس بھی ہیں اور طبقات ثانیہ کے مدلس بھی۔

- حافظ ابوزرعۃ، ابن العراقیؒ (م ۸۲۶ھ) فرماتے ہیں کہ

''هذه أسماء من ظفرت به ممن نسب إلى التدليس، ولنختم ذلك بفصلين: أحدهما: قال الحافظ صلاح الدين العلائي: ثم يعلم بعد ذلك أن۔۔۔''۔(کتاب المدلسین لابن العراقی: ۱۰۸-۱۰۹)

یعنی، حافظ ابوزرعۃ، ابن العراقیؒ (م ۸۲۶ھ) بھی، حافظ العلائیؒ (م ۷۶۲ھ) کی رائے ''کہ سفیان الثوری قلیل التدلیس بھی ہیں اور طبقات ثانیہ کے مدلس بھی'' سے متفق ہے۔ واللہ اعلم

- اسی طرح، حافظ سبط ابن العجمیؒ (م ۸۴۱ھ) کہتے ہیں کہ

''ثم اعلم أيها الواقف على هؤلاء انهم ليسوا على حد واحد بحيث يتوقف في كل ما قال فيه كل واحد منهم عن أو قال أو ان أو بغير أداة ولم يصرح بالسماع بل هم طبقات۔ قال الحافظ العلائي:

أولاً - من لم يوصف بذلك الا نادرا جدا بحيث انه ينبغي ان لا يعد فيهم كيحيى بن سعيد الانصاري وهشام بن عروة وابن عقبة.

ثانيها - من احتمل الائمة تدليسه وخرجوا له في الصحيح وان لم يصرح بالسماع وذلك اما لامامته أو لقلة تدليسه في جنب ما روى أو لانه لا يدلس الا عن ثقة وذلك كالزهري وسليمان الاعمش وإبراهيم النخعي وإسماعيل بن أبي خالد وسليمان التيمي وحميد الطويل والحكم بن عتيبة ويحيى بن أبي كثير وابن جريج والثوري۔۔۔۔۔''۔(التبيين لأسماء المدلسين: ص ۶۵)

یعنی حافظ سبط ابن العجمیؒ (م ۸۴۱ھ) کے نزدیک بھی سفیان ثوریؒ (م ۱۶۱ھ) کا ''عنعنہ'' بھی مقبول ہے۔ واللہ اعلم

- حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ (م ۸۵۲ھ) فرماتے ہیں کہ

''وكان ربما دلس''

وہ کبھی کبھار تدلیس کرتے تھے۔ (تقریب: رقم ۲۴۴۵)،

- دکتور عبد الکریم الخضیر حفظہ اللہ فرماتے ہیں کہ

وهو سفيان بن سعيد بن مسروق الثوري أبو عبد الله الكوفي ثقة حافظ، فقيه عابد، إمام حجة، يعني في أعلى درجات التوثيق، إمام متبوع صاحب مذهب، لكن مذهبه انقرض، يعني بعد الثلاثمائة انقرض، ثقة حافظ، فقيه عابد، إمام حجة، من رؤوس الطبقة السابعة، وكان ربما دلس كذا في ترجمته، ولكنه ممن احتمل الأئمة تدليسه لإمامته وقلة ما دلس في جانب مروياته۔ (شرح صحیح بخاری للخضیر: ج ۱۶: ص ۱۳)

- دکتور **ناصر بن محمد بن عبد العزيز العبد الله** حفظہ اللہ فرماتے ہیں کہ

''الثوري كان عنعن فإنه ممن احتمل الأئمة تدليسهم''۔ (المطالب العالیۃ: ج ۳: ص ۳۴۰)

- اسی طرح، مولانا عبد الرحمٰن المبارکفوریؒ (م ۱۳۵۳ھ) اور

- مولانا یحیی گوندلویؒ (م ۱۴۰۵ھ) کے حوالے بھی گزر چکے، جنہوں نے امام ثوریؒ (م ۱۶۱ھ) کو قلیل التدلیس مانا ہے۔

ان تمام حوالوں سے، یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ سفیان ثوریؒ (م ۱۶۱ھ) قلیل التدلیس ہیں اور ان کے ''عنعنہ'' کی صحت پر حافظ ذہبیؒ (م ۷۴۸ھ)، حافظ العلائیؒ (م ۷۶۲ھ) حافظ ابن حجر عسقلانیؒ (م ۸۵۲ھ) متفق ہیں، لہذا اس لحاظ سے بھی، ان کا ''عنعنہ'' پر اعتراض کمزور ہی ثابت ہوتا ہے۔

سوم ترکِ رفع کی اس روایت میں سفیان ثوریؒ (م ۱۶۱ھ) کے متابع میں کئی ثقہ روات موجود ہیں، جن کی تفصیل درج ذیل ہے:

متابع نمبر ''۱'':

ثقہ، ثبت، امام ابوجعفر، احمد بن محمد بن سلامۃ الطحاویؒ (م ۳۲۱ھ) فرماتے ہیں کہ

حدثنا احمد بن داؤد قال حدثنا مسدد قال حدثنا خالد بن عبداللہ قال حدثنا حصین عن عمرو بن مرۃ قال دخلت مسجد حضر موت فاذا علقمۃ بن وائل یحدث عن ابیہ ان رسول اللہ ﷺ کان یرفع قبل الرکوع وبعدہ فذکرت ذلک لابراھیم فغضب وقال راٰہ ھو لم یرہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ ولا اصحابہ۔

حضرت عمرو بن مرہ فرماتے ہیں کہ میں مسجد حضر موت میں پہنچا تو حضرت علقمہ بن وائل رحمۃ اللہ علیہ اپنے والد محترم سے قبل الرکوع وبعد الرکوع رفع یدین کی مرفوع حدیث بیان فرما رہے تھے تو میں نے یہ بات امام ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ (تابعی) سے عرض کر دی، تو وہ غصہ ہو گئے اور فرمایا انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو رفع یدین کرتے دیکھا ہے۔ تو کیا حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور ان کے اصحاب نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو رفع یدین چھوڑتے ہوئے نہیں دیکھا ہے؟ (یعنی اگر انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو رفع یدین کرتے دیکھا ہے تو ابن مسعود رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں نے چھوڑتے بھی دیکھا ہے)۔ **(شرح معانی الآثار للطحاوی: ج۱: ص ۲۲۴، حدیث نمبر ۱۳۵۲)**

اور ثقہ، ثبت، امام ابوالقاسم الطبرانیؒ (م ۳۶۰ھ) فرماتے ہیں کہ

حدثنا محمد النضر الازدی ثنا معاویۃ بن عمرو ثنا زائدۃ عن حصین قال ذکر عمرو بن مرۃ عن علقمۃ بن وائل عن ابیہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی رفع یدیہ للصلاۃ قال حصین فقال ابراھیم: ما ادری لعل وَائِلاً لم یر النبی صلی اللہ علیہ وسلم غیر ذلک الیوم فکیف حفظہ؟ ولم یحفظہ عبداللہ واصحابہ، ھو اعلم برسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم أم عبداللہ فانما کان یرفع یدیہ افتتاحاً۔

امام حصین بن عبدالرحمن رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ عمرو بن مرہ رحمۃ اللہ علیہ نے علقمہ بن وائل عن ابیہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سند سے نماز میں رفع یدین کرنا نقل کیا۔ امام حصین بن عبدالرحمن نے فرمایا کہ امام ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ (تابعی) نے فرمایا: یہ کیسے ہو سکتا ہے حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ نے اس دن کے علاوہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان نہیں کیا۔ اور انہوں نے اس کو محفوظ کر لیا اور کیا حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور ان کے اصحاب نے محفوظ نہ کیا حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں زیادہ علم رکھتے ہیں کہ رفع یدین صرف شروع نماز میں ہی ہے۔

یعنی اگر وائل بن حجر رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل کو ایک دن دیکھ کر محفوظ فرما سکتے ہیں تو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مسلسل رہنے والے ہیں انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے رفع

یدین چھوڑنے والے عمل کو بطریق اولیٰ محفوظ فرمایا ہے۔(المعجم الکبیر للطبرانی: ج۲۲:ص۱۲، حدیث نمبر ۸)

اور ایک جگہ، امام ابوجعفر الطحاویؒ (م۳۲۱ھ) کہتے ہیں کہ

حدثنا أبو بكرة، قال: ثنا مؤمل، قال: ثنا سفيان، عن المغيرة، قال: قلت لإبراهيم: حديث وائل أنه رأى النبي صلى الله عليه وسلم، يرفع يديه إذا افتتح الصلاة، وإذا ركع، وإذا رفع رأسه من الركوع؟ فقال: إن كان وائل رآه مرة يفعل ذلك، فقد رآه عبد الله خمسين مرة، لا يفعل ذلك۔

مغیرہؒ کہتے ہیں کہ میں نے امام ابراہیم النخعیؒ (م۹۶ھ) سے کہا کہ حضرت وائلؓ کا کہنا ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو شروع نماز، رکوع جاتے اور رکوع سے سر اٹھاتے، رفع الیدین کرنے دیکھا، تو ابراہیم النخعیؒ نے کہا: کہ اگر وائلؓ نے حضور ﷺ کو ''ایک'' بار رفع الیدین کرتے دیکھا، تو عبد اللہ بن مسعودؓ نے ''۵۰'' بار حضور ﷺ کو [رکوع جاتے اور رکوع سے سر اٹھاتے] رفع الیدین نہ کرتے دیکھا۔(شرح معانی الآثار: ج۱:ص۲۲۴)،

سند کی تحقیق:

(۱) امام ابوالقاسم الطبرانیؒ (م۳۶۰ھ) مشہور ثقہ، ثبت، حافظ ہیں۔(کتاب الثقات للقاسم: ج۵:ص۹۰، سیر) اور ان کے متابع میں ثقہ، ثبت، حافظ، امام ابوجعفر الطحاویؒ (م۳۲۱ھ) موجود ہیں۔(کتاب الثقات للقاسم: ج۲:ص۳۶)

(۲) ابوعبد اللہ، احمد بن داود البصری السدوسیؒ (م۲۸۲ھ) بھی ثقہ ہیں۔(ارشاد القاصی والدانی: ص۱۱۳) اور ان کے متابع میں ثقہ راوی، محمد بن احمد بن النضر، ابوبکر الازدیؒ (م۲۹۱ھ) اور ثقہ، قاضی بکار بن قتیبہ، ابوبکرۃ البصریؒ (م۲۷۰ھ) موجود ہیں۔(ارشاد القاص والدانی: ص۵۰۱، کتاب الثقات للقاسم: ج۳:ص۶۸)،

(۳) مسدد بن مسرہد الاسدیؒ (م۲۲۸ھ) صحیح بخاری و سنن ثلاثہ ماخلا ابن ماجہ کے راوی اور ثقہ، حافظ ہیں۔(تقریب :رقم ۶۵۹۸) اور ان کے متابع میں ثقہ راوی، معاویہ بن عمرو الازدیؒ (م۲۱۴ھ) و رصدوق عند المتابعات راوی، مومل بن اسماعیلؒ (م۲۰۶ھ) موجود ہیں۔(تقریب: رقم ۶۷۶۸، تحریر تقریب التہذیب: رقم ۷۰۲۹)،

(۴) خالد بن عبد اللہ الواسطیؒ (م۱۸۲ھ) کتب ستہ کے راوی اور ثقہ، ثبت، امام ہیں۔(تقریب: رقم ۱۶۴۷) اور ان کے متابع میں ثقہ، ثبت، امام زائدۃ بن قدامہؒ (م۱۶۰ھ) اور ثقہ، حجت، حافظ، فقیہ، سفیان الثوری (م۱۶۱ھ) موجود ہیں۔(تقریب: رقم ۱۹۸۲، ۲۴۴۵)

(۵)　حصین بن عبدالرحمٰن السلمیؒ (م۱۳۶ھ) کتب ستہ کے راوی اور ثقہ، حجت ہیں۔(تقریب: رقم ۱۳۶۹، الکاشف: رقم ۱۱۲۴)، اور ان کے متابع ثقہ، متقن، حافظ مغیرۃ بن مقسمؒ (م۱۳۶ھ) موجود ہیں۔(تقریب: رقم ۶۸۵۱)

نوٹ:

بعض کی رائے یہ ہے کہ حصین بن عبدالرحمٰن السلمیؒ (م۱۳۶ھ) کا حافظہ متغیر ہو گیا تھا، مگر راجح قول میں ان کا اختلاط مضر نہیں ہے۔(**المختلطین للعلائی: ص۲۱**)، نیز خالد بن عبداللہ الواسطیؒ (م۱۸۲ھ) اور زائدۃ بن قدامۃؒ (م۱۶۰ھ) نے ان سے ان کے حافظہ متغیر ہونے سے پہلے سماع کیا تھا۔(**تحریر تقریب التہذیب: رقم ۱۳۶۹**)، پھر متابع میں ثقہ، متقن، حافظ مغیرۃ بن مقسمؒ (م۱۳۶ھ) موجود ہیں۔(تقریب: رقم ۶۸۵۱)

لہذا یہاں پر ان کی اختلاط کی بحث ہی فضول ہے۔

(۶)　ابراہیم بن یزید النخعیؒ (م۹۶ھ) کتب ستہ کے راوی اور ثقہ، حافظ، فقیہ ہیں۔(تقریب: رقم ۲۷۰، سیر: ج ۴: ص ۵۲۰)

نوٹ:

اگر چہ، ابراہیم النخعیؒ (م۹۶ھ) نے عبداللہ بن مسعودؓ کا زمانہ نہیں پایا، مگر ''ابراہیم عن عبداللہ'' کی مراسیل کو ائمہ علل و ائمہ جرح وتعدیل نے خاص طور سے قبول کیا ہے، کیونکہ جب وہ ابن مسعودؓ (م۳۳ھ) سے ارسال کرتے، تو ان کے اور ابن مسعودؓ کے درمیان، اصحاب ابن مسعود کی ایک جماعت ہوتی، اس وجہ سے وہ ''عن ابن مسعودؓ'' کہتے تھے۔(**مجلہ الاجماع: ش۱۱: ص۱**)، چنانچہ امام ابوجعفر الطحاویؒ (م۳۲۱ھ) کہتے ہیں کہ

فإن قالوا ما ذكرتموه عن إبراهيم، عن عبد الله غير متصل. قيل لهم كان إبراهيم، إذا أرسل عن عبد الله، لم يرسله إلا بعد صحته عنده، وتواتر الرواية عن عبد الله، قد قال له الأعمش: إذا حدثتني فأسند. فقال: إذا قلت لك قال: عبد الله فلم أقل ذلك حتى حدثنيه جماعة عن عبد الله، وإذا قلت حدثني فلان عن عبد الله فهو الذي حدثني۔

حدثنا بذلك إبراهيم بن مرزوق، قال: ثنا وهب أو بشر بن عمر، شك أبو جعفر، عن شعبة، عن الأعمش بذلك، قال أبو جعفر: فأخبر أن ما أرسله عن عبد الله، فمخرجه عنده أصح من مخرج ما ذكره عن

رجل بعينه عن عبد الله. فكذلك هذا الذي أرسله عن عبد الله لم يرسله إلا ومخرجه عنده أصح من مخرج ما يرويه عن رجل بعينه عن عبد الله۔ (شرح معانی الآثار: ج ۱: ص ۲۲۶-۲۲۷)

یعنی اس ترک رفع کی روایت میں بھی، ابراہیم النخعیؒ (م ۹۶ھ) کے اور ابن مسعودؓ کے درمیان، اصحاب ابن مسعودؓ کی ایک جماعت ہے، نیز امام ابراہیم النخعیؒ (م ۹۶ھ) اپنے نزدیک، صرف ثقہ سے روایت لیتے تھے۔ (مجلہ الاجماع: ش ۱۱: ص ۶)،

اور بقول امام ابوبکر البیہقیؒ (م ۴۵۸ھ) کے، خود امام ابراہیم النخعیؒ (م ۹۶ھ) نے کہا: کہ میرے اور عبداللہ کے درمیان شیوخ ثقہ ہیں۔ (مجلہ الاجماع: ش ۱۱: ص ۱۶)،

معلوم ہوا کہ یہاں رفع کی روایت میں بھی، ان کے اور ابن مسعودؓ کے درمیان میں ''ثقہ اصحاب ابن مسعودؓ'' ہیں، لہذا یہ روایت صحیح ومقبول ہوگی اور جو لوگ 'ثقہ اصحاب ابن مسعودؓ' کو مجہول کہہ کر، اس روایت کو رد کرتے ہیں، یہ بڑی جرأت و جسارت کی بات ہے اور انکا یہ اعتراض بھی کمزور ہے۔ کیونکہ شیوخ ابراہیم النخعی میں کوئی بھی مجہول نہیں ہے۔ فیما اعلم۔

نیز بعض دیگر روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ ابراہیم النخعیؒ (م ۹۶ھ) اور عبداللہ بن مسعودؓ (م ۳۲ھ) کے درمیان میں علقمہ بن قیس النخعیؒ (م بعد ۶۰ھ) اور اسود بن یزید النخعیؒ (م ۷۵ھ) کا واسطہ موجود ہے۔ (دیکھئے ص:)،

یعنی یہاں تک رفع کی روایت میں ابراہیم النخعیؒ (م ۹۶ھ) اور ابن مسعودؓ کے درمیان میں ثقہ اصحاب ابن مسعود میں ''علقمہ اور اسود'' بھی شامل ہیں۔

لہذا جب علقمہ بن قیس النخعیؒ (م بعد ۶۰ھ) اور اسود بن یزید النخعیؒ (م ۷۵ھ) کا واسطہ موجود ہے، تو یہ روایت ظاہراً بھی متصل ہی ہوگی۔ واللہ اعلم

(۷) عبداللہ بن مسعودؓ (م ۳۲ھ) مشہور صحابی رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔

یعنی اس روایت کے تمام روات ثقہ ہیں اور سند صحیح ہے۔

<u>نوٹ:</u>

سفیان الثوریؒ (م ۱۶۱ھ) کی ولادت (۹۷ھ) میں ہوئی، جب کہ امام ابراہیم النخعیؒ کی وفات (۹۶ھ) میں ہوئی۔ (تقریب: رقم ۲۷۰، ۲۴۴۵)،

یعنی سفیان ثوریؒ (م ۱۶۱ھ) کی ولادت سے قبل بھی، ابن مسعودؓ (م ۳۲ھ) سے مروی یہ روایت، امام ابراہیم النخعیؒ (م ۹۶ھ) بیان کرتے تھے۔

لہذا اس قوی متابع کی وجہ سے، سفیان ثوریؒ (م ۱۶۱ھ) کی 'عنعنہ' پر اعتراض نہایت ہی کمزور معلوم ہوتا ہے، لہذا باطل ومردود ہے۔

متابع نمبر "۲":

صدوق، امام، حافظ ابو محمد الحارثیؒ (م ۳۴۰ھ) فرماتے ہیں کہ

حدثنا إبراهيم بن عمروس بن محمد الهمداني، حدثنا محمد بن عبيد، حدثنا القاسم بن الحكم، عن أبي حنيفة، عن حماد، عن إبراهيم، قال: ذكر عنده حديث وائل بن حجر أنه رأى النبي صلى الله عليه وسلم يرفع يديه عند الركوع وعند السجود، فقال: أعرابي لا يعرف شرائع الإسلام لم يصل مع النبي صلى الله عليه وسلم عندي إلا صلاة واحدة، وقد حدثني من لا أحصي عن عبد الله بن مسعود أنه رفع يديه في بدء الصلاة فقط، وحكاه عن النبي صلى الله عليه وسلم، وعبد الله عالم بشرائع الإسلام وحدوده، متفقد لأحوال النبي صلى الله عليه وسلم ملازم له في إقامته وفي أسفاره، وقد صلى مع النبي صلى الله عليه وسلم ما لا يحصى۔ (مسند الامام ابو حنیفۃ للحارثی: ج ۲: ص ۵۸۰)

سند کی تحقیق:

(۱) امام، حافظ ابو محمد، عبد اللہ بن محمد بن یعقوب الحارثیؒ (م ۳۴۰ھ) مشہور صدوق، حافظ الحدیث، فقیہ ہیں اور ان پر جرح مردود ہے۔ (مجلہ الاجماع: ش ۱۹: ص ۲۲)

(۲) ابراہیم بن عمروس بن محمد الفسطاطیؒ (م ۳۲۱ھ) صدوق، محدث ھمذان ہیں۔ (سیر: ج ۱۴: ص ۵۵۰)

(۳) محمد بن عبید بن عبد الملک الاسدی، ابو عبد اللہ الہمذانیؒ (م ۲۴۹ھ) سنن الترمذی کے راوی اور ثقہ ہیں۔ (تقریب: رقم ۶۱۱۷)

(۴) القاسم بن الحکم بن کثیر العرنیؒ (م ۲۰۸ھ) سنن الترمذی کے راوی اور صدوق، حسن الحدیث ہیں۔ (تحریر تقریب التہذیب: رقم ۵۴۵۵)

(۵)　امام ابو حنیفہ، نعمان بن ثابت الکوفیؒ (م ۱۵۰ھ) سنن الترمذی و سنن النسائی کے راوی اور ثقہ، امام، فقیہ ہیں۔
(تقریب: رقم ۷۱۵۳، مجلہ الاجماع: ش ۲۳: ص ۱، ۱۴)

(۶)　حماد بن ابی سلیمانؒ (م ۱۲۰ھ) کا تعارف ص: ۴۱ پر موجود ہے۔

(۷)　ابراہیم بن یزید النخعیؒ (م ۹۶ھ) کا تعارف گزر چکا۔

(۸)　''حدثني من لا أحصي'' سے مراد بے شمار ثقہ اصحاب ابن مسعود ہیں، جیسا کہ تفصیل گزر چکی۔ (دیکھئے: ص ۲۱)

(۹)　عبداللہ بن مسعودؓ (م ۳۲ھ) مشہور صحابی رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔

یعنی اس روایت کے تمام روات ثقہ ہیں اور سند صحیح ہے۔

نوٹ:

اس روایت میں خود ابراہیم النخعیؒ (م ۹۶ھ) کہتے ہیں کہ ''من لا أحصي عن عبد الله بن مسعود أنه رفع يديه في بدء الصلاة فقط'' بے شمار ثقہ اصحاب ابن مسعود نے مجھے بتایا کہ عبداللہ بن مسعود فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صرف شروع نماز میں ہی رفع الیدین کرتے تھے۔

اب یہاں تک سند میں تصریح آ چکی ہے کہ ابراہیم النخعیؒ (م ۹۶ھ) نے بے شمار ثقہ اصحاب ابن مسعود سے، یہ روایت سنی ہے۔ لہذا اس کے بعد، اگر کوئی اس روایت کی صحت کا انکار کرے، تو ضد کا ہمارے پاس کوئی علاج نہیں۔ واللہ اعلم

متابع نمبر ''۳'':

ثقہ، حافظ، امیر المومنین فی الحدیث، امام ابو الحسن الدارقطنیؒ (م ۳۸۵ھ) فرماتے ہیں کہ

حدثنا ابو عثمان سعيد بن محمد بن احمد الحناط و عبد الوهاب بن عيسىٰ بن ابى حية قالا نا اسحاق بن ابى اسرائيل نا محمد بن جابر عن حماد عن ابراهيم عن علقمة عن عبد اللهؓ قال صليت مع النبى صلى الله عليه وآله وسلم و مع ابى بكر و مع عمر رضى اللهؓ عنهما فلم يرفعوا ايديهم الا عند التكبيرة الاولىٰ فى افتتاح الصلٰوة۔

قال اسحاق به ناخذ فى الصلٰوة كلها۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اور ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ نماز پڑھی۔ پس انہوں نے شروع نماز کے علاوہ رفع یدین نہیں کیا۔

ثقہ، امام اسحاق بن ابی اسرائیل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہم اسی حدیث کو عمل کے لیے لیتے ہیں۔ (سنن الدارقطنی: حدیث نمبر ۱۱۳۳)

سند کی تحقیق:

اس روایت کے تمام روات ثقہ یا صدوق ہیں اور حافظ الماردینیؒ (م ۷۵۰ھ) اور محدث بدرالدین العینیؒ (م ۸۵۵ھ) کہتے ہیں کہ "هذا شاهد جيد"۔

محدث ظفر احمد العثمانیؒ (م ۱۳۹۴ھ) بھی فرماتے ہیں کہ "إسناده جيد"۔ (**تفصیل کے لئے دیکھئے ص ۴۳**)

متابع نمبر "۴":

صدوق، امام، حافظ ابو محمد الحارثیؒ (م ۳۴۰ھ) فرماتے ہیں کہ

حدثنا محمد بن إبراهيم بن زياد الرازي، حدثنا سليمان ابن الشاذكوني، قال: سمعت سفيان بن عيينة يقول: اجتمع أبو حنيفة والأوزاعي في دار الحناطين بمكة، فقال الأوزاعي لأبي حنيفة: ما بالكم لا ترفعون أيديكم في الصلاة عند الركوع وعند الرفع منه؟ فقال أبو حنيفة: لأجل أنه لم يصح عن رسول الله صلى الله عليه وسلم فيه شيء، فقال: كيف لم يصح وقد حدثني الزهري، عن سالم، عن أبيه، عن رسول الله صلى الله عليه وسلم أنه كان يرفع يديه إذا افتتح الصلاة، وعند الركوع، وعند الرفع منه، فقال له أبو حنيفة: وحدثنا حماد، عن إبراهيم، عن علقمة، والأسود، عن عبد الله بن مسعود، أن رسول الله صلى الله عليه وسلم كان لا يرفع يديه إلا عند افتتاح الصلاة، ولا يعود لشيء من ذلك، فقال الأوزاعي: أحدثك عن الزهري، عن سالم، عن أبيه، عن النبي صلى الله عليه وسلم، وتقول: حدثني حماد، عن إبراهيم، فقال له أبو حنيفة: كان حماد أفقه من الزهري، وكان إبراهيم أفقه من سالم، وعلقمة ليس بدون ابن عمر في الفقه، وإن كانت لابن عمر صحبة، فله فضل صحبة، والأسود له فضل كثير، وعبد الله عبد الله، فسكت الأوزاعي۔

سفیان بن عیینہؒ کہتے ہیں کہ امام ابوحنیفہؒ اور امام اوزاعیؒ کی مکہ میں دار الحناطین میں ملاقات ہوئی تو امام اوزاعیؒ نے کہا: آپ لوگ رکوع میں جاتے اور اس سے اٹھتے وقت رفع یدین کیوں نہیں کرتے ہیں؟ تو امام ابوحنیفہؒ نے کہا: چونکہ اس

بارے میں رسول اللہ ﷺ سے صحیح طور پر کچھ منقول نہیں، اس پر امام ابوزاعیؒ نے کہا: کیسے صحیح طور پر منقول نہیں، مجھ سے زہری نے حدیث بیان کی، وہ سالمؒ سے اور وہ اپنے والد حضرت عبداللہ بن عمر سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت رسول اللہ ﷺ جب نماز شروع کرتے، رکوع میں جاتے اور رکوع سے اٹھتے تو رفع یدین فرماتے تھے، تو امام ابوحنیفہؒ نے ان سے کہا: مجھ سے حدیث بیان کی حماد نے، وہ روایت کرتے ہیں ابراہیم نخعیؒ سے وہ نقل کرتے ہیں علقمہؒ اور اسودؒ سے، وہ بیان کرتے ہیں عبداللہ بن مسعودؓ کے حوالے سے کہ رسول اللہ ﷺ صرف نماز کے شروع میں رفع یدین فرماتے تھے، پھر دوبارہ کہیں نہیں کرتے تھے، تو امام اوزاعیؒ نے کہا: میں آپ کو زہری عن سالم عن ابیہ عن النبی ﷺ کی سند سے حدیث بیان کررہا ہوں اور آپ کہتے ہیں مجھ سے حماد نے ابراہیم کے حوالے سے حدیث بیان کی؟ تو ان سے امام ابوحنیفہؒ نے کہا: حماد زہری سے افقہ ہیں، اور ابراہیم سالم سے زیادہ فقہ کی بصیرت رکھتے ہیں، اور علقمہ فقہ میں ابن عمرؓ سے کم نہیں ہیں، البتہ ابن عمرؓ صحابہ کرام میں سے ہیں، یہ ان کی فضلیت اپنی جگہ ہے، اور اسودؒ کو بھی بہت فضل و کمال حاصل ہے، اور حضرت عبداللہ تو پھر عبداللہ ہیں، تو امام اوزاعیؒ خاموش ہوگئے۔ (**مسند الامام ابی حنیفۃ للحارثی: ج۱: ص ۴۸۳**)

اسی طرح، حافظ ابومحمد الحارثیؒ (م ۳۴۰ھ) ہی فرماتے ہیں کہ

حدثنا أبو عبد الله محمد بن خزيمة بن محسبان البخاري، حدثنا رجاء بن عبد الله النهشلي بمكة، حدثنا شقيق بن إبراهيم، عن أبي حنيفة، عن حماد، عن إبراهيم، عن الأسود: أن عبد الله بن مسعود رضي الله عنه كان يرفع يديه في أول التكبير ثم لا يعود لشيء من ذلك، ويأثر ذلك عن النبي صلى الله عليه وسلم۔

حضرت اسودؒ کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ تکبیر تحریمہ کے وقت رفع یدین کرتے تھے، پھر کہیں نہیں کرتے تھے، اور یہ چیز وہ رسول اللہ ﷺ سے نقل کرتے تھے۔ (**مسند الامام ابی حنیفۃ للحارثی: ج۲: ص ۵۰۱**)

سند کی تحقیق:

(۱) حافظ ابومحمد الحارثیؒ (م ۳۴۰ھ) صدوق، امام، فقیہ ہیں۔ (دیکھئے ص:)،

(۲) ابوعبداللہ، محمد بن خزیمۃ البخاری سے مراد، ابوعبداللہ، محمد بن خزیمۃ البلخیؒ (م ۳۱۱ھ) ہیں، کیونکہ یہاں ان کے شاگرد رجاء بن عبداللہ کے بارے میں حافظ ابن حبانؒ (م ۳۵۴ھ) فرماتے ہیں کہ "روى عنه أهل بلخ"۔ (**کتاب الثقات لابن حبان: ج۸: ص ۲۴۷**)،

لہذا یہاں ان سے مراد، ابوعبداللہ، محمد بن خزیمۃ البلخیؒ (م ۳۱۱ھ) ہی ہیں- واللہ اعلم- اور وہ صدوق ہیں۔

حافظ عبدالقادر القرشیؒ (م ۷۷۵ھ) نے کہا: ''الإمام البلخی، أحد مشائخ بلخ، إمام کبیر''۔ (**الجواہر المضیۃ: ج ۲: ص ۵۳، ۴۳۵**)، اور ان پر کوئی جرح ثابت نہیں ہے۔

لہذا یہ دینی شہرت ان کے صدوق ہونے کے لئے کافی ہے۔ (دیکھئے **مجلہ الاجماع: ش ۱۴: ص ۵۷**)،

نیز ان کے متابع میں محمد بن ابراہیم بن زیاد، ابوعبداللہ الرازی الطیالسی (م ۳۱۳ھ) متروک ہے، مگر متابع میں صدوق راوی ہے۔

(۳) ابوصالح، رجاء بن عبداللہ الصاغانیؒ [وکان مجاورا بمکۃ حتی مات] سے ایک جماعت نے روایت لی ہے۔ (**اخبار مکۃ للفاکہی: ج ۳: ص ۲۵۰، الاحادیث المختارۃ للمقدسی: ج ۱۰: ص ۱۳، مشيخة الشيخ الأجل أبي عبد الله محمد الرازي: ص ۲۲۰، معرفۃ الصحابۃ لابی نعیم: ج ۲: ص ۵۸۶**) اور حافظ ابن حبانؒ (م ۳۵۴ھ) نے ان کو ''الثقات'' میں شمار کیا ہے۔ (**کتاب الثقات لابن حبان: ج ۸: ص ۲۴۷**)، اور ان پر کوئی جرح ثابت نہیں ہے۔

لہذا ابوصالح، رجاء بن عبداللہ الصاغانیؒ [وکان مجاورا بمکۃ حتی مات] صدوق، حسن الحدیث ہیں۔ (**مجلہ الاجماع: ش ۱۶: ص ۳۱**)، اور ان کے متابع میں سلیمان بن داود الشاذکونیؒ (م ۲۳۶ھ) ضعیف ہیں، مگر حافظ شمس الدین الذہبیؒ (م ۷۴۸ھ) فرماتے ہیں کہ

''**مع ضعفه لم يكد يوجد له حديث ساقط، بخلاف ابن حميد، فإنه ذو مناكير**''۔ (**سیر: ج ۱۰: ص ۶۸۳**)، ثقہ، ثبت، حافظ عبدان الاہوازیؒ (م ۳۰۶ھ) فرماتے ہیں کہ ''**لا يتهم شاذكوني بالكذب، وإنمَا كتبه كانت قد ذهبت، فكان يحدّث فيغلط**''۔ (**المنتظم لابن الجوزی: ج ۱۱: ص ۲۱۳**)، حافظ ابن عدیؒ (م ۳۶۵ھ) فرماتے ہیں کہ ''**وما أشبه صورة أمره بما قال عبدان إنه ذهبت كتبه فكان يحدث حفظا فيغلط وإنما أتى من هناك يشتبه عليه فلجرأته واقتداره على الحفظ يمر على الحديث لا أنه يتعمده**''۔ (**الکامل لابن عدی: ج ۴: ص ۳۰۵**)

یعنی حافظ سلیمان الشاذکونیؒ (م ۲۳۶ھ) کی روایت کو، متابع کی صورت میں لیا جا سکتا ہے۔ واللہ اعلم

(۴) شقیق بن ابراہیم البلخیؒ (م ۱۹۴ھ) مشہور صوفی، زاہد اور صدوق، عالم ہیں۔

- حافظ ابونعیم الاصبہانیؒ (م ۴۳۰ھ) فرماتے ہیں کہ ''**شقيق البلخي ومنهم الرائد العقيق الزاهد الحقيق أبو**

علي البلخي شقيق‘‘ ۔(حلیۃ الاولیاء: ج ۸: ص ۵۸)،

- حافظ ابوعبداللہ الحاکمؒ (م ۴۰۵ھ) نے ان کو’’معرفة الأئمة الثقات المشهورين من التابعين وأتباعهم‘‘ میں شمار کیا ہے ۔(معرفۃ علوم الحدیث للحاکم: ص ۲۴۰)،

- ثقہ، حافظ ابوعبدالرحمٰن السلمیؒ (م ۴۱۲ھ) نے کہا: ’’من أهل بلخ حسن الجرى على سبيل التوكل وحسن الكلام فيه وهو من مشاهير مشايخ خراسان‘‘ ۔(طبقات الصوفیۃ للسلمی: ص ۶۳)،

* حافظ ابوسعد الادریسیؒ (م ۴۰۶ھ) کی جرح ’’روى أحاديث مناكير في الزهديات وغيرها. لم يكن من أهل الصناعة في الحديث، وقلما حدث عنه أيضا من يوثق بروايته، فلذلك لا يعتمد على روايته‘‘ کے جواب میں

- حافظ الذہبیؒ (م ۷۴۸ھ) فرماتے ہیں کہ ’’ولا يتصور أن يحكم عليه بالضعف، لان نكارة تلك الأحاديث من جهة الرواة عنه‘‘ ۔(میزان الاعتدال: ج ۲: ص ۲۷۹)،

- دکتور، محدث حاتم الشریف حفظہ اللہ فرماتے ہیں کہ

شقيق بن ابراهيم البلخى، ابو على، الزاهد المشهور المجاهد (ت ۱۹۴ ھ)

ذكره الذهبى فى الميزان فقال: من كبار الزهاد منكر الحديث ۔۔۔ (ثم قال فى آخر الترجمة:) ولا يتصور ان يحكم عليه بالضعف لان نكارة تلك الاحاديث من جهة الرواة عنه واضاف الحافظ فى اللسان ثناءً على زهده وكرامةٍ له۔

وفاتهما ان الحاكم ذكره فى نوع معرفة الآئمة الثقات المشهورين من التابعين واتباعهم ۔۔۔۔ فى كتابه معرفة علوم الحديث۔ (احاديث الشيوخ الثقات الشهير بالمشيخة الكبرى: ج ۲: ص ۸۶۳ - ۸۶۴)

لہذا وہ صدوق ہیں اور ان کے متابع میں ثقہ، حافظ، حجت، سفیان بن عیینہؒ (م ۱۹۸ھ) موجود ہیں ۔(تحریر تقریب التہذیب: رقم ۲۴۵۱)،

(۵) امام ابوحنیفہ، نعمان بن ثابت الکوفیؒ (م ۱۵۰ھ)،

(۶) حماد بن ابی سلیمانؒ (م ۱۲۰ھ)،

(۷) امام ابراہیم النخعیؒ (م ۹۶ھ)،

(۸) الاسود بن یزیدؒ (م ۷۵ھ)، وغیرہ کا تعارف وتوثیق ص: ۲۳، ۴۱، ۲۰ پر موجود ہے۔

(۹) عبداللہ بن مسعودؓ (م ۳۲ھ) مشہور صحابی رسول ﷺ ہیں۔ (تقریب)

یعنی ''محمد بن خزیمة'' کا طریق حسن لذاتہ ہے اور وہ دوسرے طریق کے لئے قوی متابع ہے۔ لہذا سفیان ثوریؒ (م ۱۶۱ھ) کی ''عنعنہ'' اور محمد بن جابر الیمامیؒ (م بعد ۱۷۰ھ) پر اعتراض ہی باطل ہے۔

نوٹ:

مکہ میں الامام ابوحنیفہؒ (م ۱۵۰ھ) اور امام الاوزاعیؒ (م ۱۵۷ھ) کی ملاقات، ان کے درمیان مکالمہ اور امام صاحبؒ (م ۱۵۰ھ) کی طرف سے مسائل کی توضیح اور امام الاوزاعیؒ (م ۱۵۷ھ) کا امام صاحبؒ کے علم وفضل کا اقرار، مقبول روایت سے ثابت ہے۔ (دیکھئے ص ۴۴)

لہذا اس سے بھی ''محمد بن إبراهيم بن زياد الرازي'' کے روایت کی تائید ہوتی ہے۔

متابع نمبر ''۵'':

امام ابوالحسن الدارقطنیؒ (م ۳۸۵ھ) فرماتے ہیں کہ

وسئل عن حديث علقمة، عن عبد الله، قال: ألا أريكم صلاة رسول الله صلى الله عليه وسلم، فرفع يديه في أول تكبيرة، ثم لم يعد۔

فقال: يرويه عاصم بن كليب، عن عبد الرحمن بن الأسود، عن علقمة۔

حدث به الثوري عنه۔

ورواه أبو بكر النهشلي، عن عاصم بن كليب، عن عبد الرحمن بن الأسود، عن أبيه، وعلقمة، عن عبد الله۔

وكذلك رواه ابن إدريس، عن عاصم بن كليب، عن عبد الرحمن بن الأسود، عن علقمة، عن عبد الله.

وإسناده صحيح، وفيه لفظة ليست بمحفوظة۔

حدیث عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو امام سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ نے ''عاصم بن كليب عن عبد الرحمن بن الاسود عن علقمة'' کی سند سے روایت کیا ہے اور امام ابوبکر النہشلی نے ''عاصم بن كليب عن عبد الرحمن بن الاسود

عن ابیه و علقمة عن عبداللّٰه'' کی سند سے اور امام ابن ادریس رحمۃ اللہ علیہ نے ''عاصم بن کلیب عن عبدالرحمن بن الاسود عن علقمه عن عبداللّٰه'' کی سند سے روایت کیا ہے۔ اور اس کی سند صحیح ہے اور اس میں ایک لفظ ہے، جو غیر محفوظ ہے۔ (**علل الدارقطنی: ج ۵: ص ۱۷۲**)،

اس اقتباس سے ظاہر ہے کہ ترک رفع کی روایت میں امام سفیان ثوریؒ (م ۱۶۱ھ) کے متابع میں ابوبکر النہشلیؒ (م ۱۶۶ھ) اور عبداللہ بن ادریس الکوفیؒ (م ۱۹۲ھ) موجود ہیں۔

لہذا سفیان الثوریؒ (م ۱۶۱ھ) کی ''عنعنہ'' پر اعتراض نہایت ہی کمزور ہے۔

فائدہ:

امام ابراہیم النخعیؒ (م ۹۶ھ) کے بارے میں

* حافظ الزماں، اعلم الناس فی عصرہ، امیر المومنین فی الحدیث، امام علی بن المدینیؒ (م ۲۳۴ھ) فرماتے ہیں کہ

''**وكان إبراهيم عندي من أعلم الناس بأصحاب عبد الله وأبطنهم به**''۔ (**کتاب العلل لابن المدینی: ص ۴۳**)،

* حافظ الدنیا، امام العلل، امام ابوالحسن الدارقطنیؒ (م ۳۸۵ھ) فرماتے ہیں کہ

''**فإبراهيم النخعي هو أعلم الناس بعبد الله وبرأيه وبفتياه**''۔ (**سنن الدارقطنی: ج ۴: ص ۲۲۴، حدیث نمبر ۳۳۶۵**)،

* حافظ شمس الدین الذہبیؒ (م ۷۴۸ھ) نے کہا:

''**وكان بصيرا بعلم ابن مسعود، واسع الرواية، فقيه النفس، كبير الشأن، كثير المحاسن - رحمه الله تعالى**''۔ (**سیر اعلام النبلاء: ج ۴: ص ۵۲۰**)،

لہذا بتصریح ائمہ علل، جب ابراہیم النخعیؒ (م ۹۶ھ)، ابن مسعودؓ اور ان کے اصحاب کے سلسلے میں اعلم الناس ہیں، لہذا ابن مسعودؓ کے سلسلے میں ان ہی کا قول مقدم ہوگا۔ یعنی ابن مسعودؓ کے ترکِ رفع کے مذہب کی صحت میں کوئی شک نہیں ہے۔

یہی نہیں، بلکہ تمام اصحاب ابن مسعودؓ اور اصحاب علیؓ کا مذہب بھی ترک رفع ہیں، چنانچہ ثقہ، حافظ، ابوبکر ابن ابی شیبہؒ (م ۲۳۵ھ) فرماتے ہیں کہ

حدثنا وكيع و أبو أسامة، عن شعبة، عن أبي إسحاق، قال: كان أصحاب عبد الله، و أصحاب علي لا يرفعون أيديهم إلا في افتتاح الصلاة، قال وكيع: ثم لا يعودون۔

ابو اسحاق السبیعیؒ (م۱۲۹ھ) فرماتے ہیں کہ اصحاب عبداللہ بن مسعودؓ اور اصحاب علیؓ صرف شروع نماز ہی میں رفع الدین کرتے تھے، راوی حدیث وکیعؒ کی روایت میں [اضافہ] ہے کہ بعد میں [رکوع وغیرہ میں] نہیں کرتے تھے۔ **(مصنف ابن ابی شیبۃ: حدیث نمبر ۲۴۶۱)**[۱]

اب جب تمام اصحاب ابن مسعودؓ اور اصحاب علیؓ [جن کی تعداد "۲۰۰" سے زائد ہیں، ان] کا مذہب ترک رفع کا ہیں، اسی طرح ابن مسعودؓ کا مذہب بھی یہی ہیں، جیسا کہ تفصیل گزر چکی۔

کیا یہ سب دلالت نہیں کرتا کہ ترکِ رفع کا تعلق، رسول اللہ ﷺ کی ذاتِ اقدس سے؟؟؟ خاص طور سے جب کہ صحیح ومقبول مرفوع روایات بھی اس پر دال ہیں۔

لہذا ابن مسعودؓ کی ترک رفع کی روایات کی صحت کا انکار انتہائی بیکار اور کمزور فعل ہے، جس کی طرف التفات بھی نہیں کیا جا سکتا۔

حدیثِ ابن مسعود، ائمہ محدثین کی نظر میں:

غالباً یہی وجہ ہے کہ درج ذیل ائمہ جرح وتعدیل وائمہ محدثین نے اس حدیث کی تصحیح وتحسین فرمائیں ہیں:

- امام ابراہیم النخعیؒ (م۹۶ھ) نے ابن مسعودؓ کی روایت کو ترجیح دی ہے۔ **(دیکھئے ص: ۱۸-۲۳)**
- امام ابو حنیفہ نعمان بن ثابت الکوفیؒ (م۱۵۰ھ) فرماتے ہیں کہ "**لا جل أنه لم يصح عن رسول الله صلى الله عليه وسلم فيه شيء**" رفع الدین کے سلسلے میں رسول اللہ ﷺ سے کوئی روایت صحیح ثابت نہیں ہے۔ **(دیکھئے ص: ۲۴)**

مفہوم مخالف سے معلوم ہوتا ہے کہ امام صاحبؒ (م۱۵۰ھ) کے نزدیک، عدمِ رفع کی روایت صحیح ہے۔

نوٹ:

اس کی تشریح میں شیخ الحدیث، مولانا **محمد عبد الغني المجددي**ؒ (م۱۲۹۶ھ) فرماتے ہیں کہ "**لم يصح معنى إذ هو معارض و الا فإسناده صحيح**" امام صاحبؒ کا قول کہ "رفع الدین کے سلسلے میں رسول اللہ ﷺ سے کوئی روایت

(۱) اس روایت کے تمام روات ثقات بلکہ اثبات ہیں۔ لہذا سند بالکل صحیح ہے۔

صحیح ثابت نہیں ہے'' کا مطلب یہ ہے کہ رفع الیدین کی روایت چونکہ عدم رفع کی روایت سے معارض ہے، اس لئے معنی رفع کی روایت صحیح نہیں ہے، ورنہ ''الزهري، عن سالم، عن ابن عمر '' کی سند بھی صحیح ہے۔(**إنجاح الحاجة للمجددی: ص ۶۲، طبع مع شرح سنن ابن ماجه مجموع من 3 شروح، قديمي كتب خانة - كراتشي**)

- امام ابوداود، سلیمان بن الاشعث السجستانیؒ (م ۲۷۵ھ) نے اس پر روایت پر سکوت کیا ہے، لہذا یہ روایت، ان کے نزدیک صالح ہیں۔(**دیکھئے سنن ابی داود: حدیث نمبر ۷۴۹، ت الارنؤوط**)

- امام ابوعیسی الترمذیؒ (م ۲۷۹ھ) نے کہا: ''**حديث ابن مسعود حديث حسن**''۔[۱]

- حافظ ابوعلی الطوسیؒ (م ۳۱۲ھ) نے بھی کہا: ''**حديث ابن مسعود حديث حسن**''۔(**مختصر الاحکام: ج ۲: ص ۱۰۳، رقم ۲۳۷**)

- امام ابوالحسن الدارقطنی رحمۃ اللہ علیہ (م ۳۸۵ھ) فرماتے ہیں ''**واسناده صحيح۔۔۔۔ الخ**'' کہ یہ حدیث سنداً صحیح ہے۔(**العلل الوارده: ج ۵: ص ۱۷۲، رقم ۸۰۴، الدرایہ: ج ۱: ص ۱۵۰، نصب الرایہ: ج ۱: ص ۳۹۴، اللآلئ المصنوعہ: ج ۲: ص ۱۷**)

- حافظ ابن حزم الظاہریؒ (م ۴۵۶ھ) نے کہا: ''**ان هذا الخبر صحيح**'' کہ بلا شک وشبہ یہ حدیث صحیح ہے۔(**المحلی شرح المجلی: ج ۴: ص ۵۸، مسئلہ نمبر ۴۴۲**)

- امام ابن القطان الفاسیؒ (م ۶۲۸ھ) نے کہا: کہ ''**والحديث عندی لعدالة رواته اقرب الی الصحة**'' یہ

---

(۱) سنن الترمذی میں ''حسن'' کے ساتھ ''صحیح'' کا لفظ ''سنن الترمذی'' کے قلمی نسخہ دار الکتب المصریۃ میں موجود ہے۔ اس نسخہ کے متعلق شیخ احمد شاکرؒ (م ۱۳۷۷ھ) لکھتے ہیں کہ: ''**وهی نسخة جيدة يغلب عليها الصحة وخطؤها قليل**'' کہ یہ نسخہ عمدہ ہے، جس میں صحت غالب اور خطاء کم ہے، اس نسخہ کی کتابت ''۳ رجب ۷۲۶ھ'' کو مکمل ہوئی ہے۔(**مقدمہ شرح ترمذی ج ۱ ص ۱۲۔ طبع دار الحدیث القاہرہ**)، اس نسخہ کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ اس میں احادیث کے اختتام پر دائروں میں نقطے لگے ہوئے ہیں، حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ (م ۷۷۴ھ) اور حافظ خطیب بغدادی رحمۃ اللہ (م ۴۶۳ھ) کے بقول دائروں میں نقطے اصل نسخے سے مراجعت کے بعد لگائے جاتے ہیں۔(**ملخصاً: اختصار فی علوم الحدیث ص ۱۳۰، الجامع فی اخلاق الراوی ج ۱ ص ۲۷۳**)، اس سے معلوم ہوا کہ دار الکتب المصریہ کی لائبریری کا قلمی سنن الترمذی کا یہ عمدہ اور نفیس نسخہ سنن ترمذی کے اصل نسخے سے مراجعت شدہ ہے۔

حدیث چونکہ عادل راویوں سے مروی ہے اس لئے میرے نزدیک اقرب الی الصحۃ (صحیح) ہے۔(بیان الوہم والایہام: ج ۳ :ص ۳۶۷)

- حافظ ابوالحسن، علی بن عثمان المارینیؒ (م ۷۵۰ھ) فرماتے ہیں کہ ''والحاصل ان رجال هذا الحديث على شرط مسلم'' حاصل کلام یہ ہے کہ اس حدیث کے رجال صحیح مسلم کی شرط پر ہے۔(الجوہر النقی: ج ۲:ص ۷۸)

- حافظ ابن القیم رحمۃ اللہ علیہ (م ۷۵۱ھ) نے کہا: کہ ''وأما باقيها فإما أن يكون قد روي بالمعنى وإما أن يكون صحيحا''

یعنی ''فصلی فلم یرفع یدیہ الا فی اوّل مرۃ'' اور اس روایت کے بالمعنی الفاظ کے ساتھ یہ حدیث صحیح ہے۔(ملخصاً تہذیب السنن مع مختصر السنن: ج ۱:ص ۱۴۶)

- حافظ ابومحمد، عبداللہ بن یوسف الزیلعیؒ (م ۷۶۲ھ) کہتے ہیں کہ ''والرجوع إلى صحة الحديث لوروده عن الثقات'' فیصلہ اس حدیث کی صحت کا ہوگا، کیونکہ یہ ثقات کے طریق سے مروی ہے۔(نصب الرایہ: ج ۱:ص ۳۹۶)

- حافظ علاء الدین مغلطائیؒ (م ۷۶۲ھ) فرماتے ہیں کہ ''فعلى هذا يكون حديثاً صحيحاً لا حسناً'' اس وجہ سے یہ حدیث صحیح ہوگی، نہ کہ حسن۔(شرح ابن ماجہ للمغلطائی: ص ۱۴۶۸)

- حافظ ابن حجر عسقلانیؒ (م ۸۵۲ھ) فرماتے ہیں کہ ''وقد صححه بعض أهل الحديث لكنه استدل به على عدم الوجوب'' یقیناً بعض محدثین نے ابن مسعودؓ کی روایت کو صحیح قرار دیا ہے، مگر اس روایت سے عندالرکوع والے رفع الیدین کے عدم وجوب پر استدلال کیا ہے۔(فتح الباری: ج ۲:ص ۲۲۰)

یعنی حافظؒ کے نزدیک بھی یہ صحت کے درجہ پر فائز ہے۔

- محدث بدرالدین العینیؒ (م ۸۵۵ھ) فرماتے ہیں کہ

''هذان إسنادان صحيحان ورجالهما رجال الصحيح''

[حدیث ابن مسعودؓ] کے یہ دونوں طریق صحیح اور ان کے رجال، صحیحین کے رجال ہیں۔(نخب الافکار: ج ۴: ص ۱۶۴)

- مشہور فقیہ، امام کمال الدین محمد بن عبد الواحد السيواسي المعروف بابن الهمامؒ (م ۸۶۱ھ) فرماتے

ہیں کہ

''وغاية الأمر أن الأصل رواه مرة بتمامه ومرة بعضه بحسب تعلق الغرض، وبالجملة فزيادة العدل الضابط مقبولة خصوصا وقد توبع عليها، فرواه ابن المبارك فيما قدمناه من رواية النسائي۔۔۔۔۔۔۔۔و مما يؤيد صحة هذه الزيادة رواية أبي حنيفة من غير الطريق المذكور''۔(فیض القدیر: ج۱: ص۳۱۰-۳۱۱)

لہذا امام ابن الہمامؒ (م ۸۶۱ھ) کے نزدیک بھی، یہ روایت صحیح ہے۔

- حافظ قاسم بن قطلو بغاؒ (م ۸۷۹ھ) فرماتے ہیں کہ

''وقد أعل حديث الترمذی والنسائی بأمور لا تتأتی فی رواية ابی حنيفة بل تقوی بها۔

اور حدیث ترمذی ونسائی کو جن علتوں کی بنا پر معلول قرار دیا ہے، وہ علتیں، امام ابو حنیفہؒ کی روایت میں نہیں ہے، [لہذا] اس سے، ترمذی کی روایت [مزید] قوی ہو جائے گی۔(التعریف والاخبار للقاسم: ج۱: ص۱۵۲)،

- محدث شیخ ہاشم سندھی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۱۵۴ھ) صحیح کہتے ہیں۔(کشف الرین: ص۵۶)

- امام عبدالحئی لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۳۰۴ھ) حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ کو سنداً صحیح کہتے ہیں۔(التعلیق الممجد علی مؤطا محمد: ص۱۹)

- محدث محمد بن علی النیموی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۳۲۲ھ) آثار السنن میں لکھتے ہیں کہ:

'' رواه الثلاثة وهو حديث صحيح ''

اصحاب ثلاثہ (ترمذی، ابوداؤد، نسائی) نے اس کو روایت کیا اور یہ حدیث صحیح ہے۔(آثار السنن: ص۱۰۹)

- حافظ انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۳۵۰ھ) کہتے ہیں کہ:

''وهذا اسناد صحيح''

یہ حدیث سنداً صحیح ہے۔(نیل الفرقدین: ص۶۴)

- شیخ محمد احمد شاکر المصریؒ (م ۱۳۷۷ھ) نے کہا:

'' وهذا الحديث صححه ابن حزم وغيره من الحفاظ وهو حديث صحيح وما قالوه فی تعليله ليس بعلة''(شرح سنن ترمذی ج۳ ص ۳۵، رقم ۲۵۷، b۔ دار الحدیث القاهره)

کہ ترک رفع یدین کی اس حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ کو امام ابن حزم رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر ائمہ محدثین نے صحیح کہا ہے۔ اور (فی الواقع) یہ حدیث صحیح ہے۔ اور اس کو معلول قرار دینے کے لئے جو کچھ حضرات نے کہا ہے۔ وہ حقیقتاً علت نہیں۔

* مزید لکھتے ہیں کہ:

''وهو حديث صحيح'' یہ حدیث صحیح ہے۔ (حاشیہ المحلی: ج ۴ ص ۵۴)

- المحدث الناقد ظفر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۳۹۴ھ) لکھتے ہیں کہ:

''وهذا اسناد صحيح، رجاله رجال الصحيحين غير سويد وهو ثقة''۔ (اعلاء السنن: ج ۳: ص ۶۰۔۶۱)

- شیخ، محدث مقبل بن ہادی الوادعیؒ (م ۱۴۲۲ھ) کہتے ہیں کہ ''هذا الحديث إذا نظرت إلى سنده وجدته كما يقول الترمذي رحمه الله''۔ (أحاديث معلة ظاهرها الصحة: ص ۲۷۳)

- محدث عبدالقادر الارنؤوطؒ (م ۱۴۲۵ھ) لکھتے ہیں کہ:

''واسناده صحيح''

اس کی سند صحیح ہے۔ (حاشیہ جامع الاصول ج ۵ ص ۳۰۲)

- محقق زہیر الشاویشؒ (م ۱۴۳۴ھ) لکھتے ہیں کہ:

یہ حدیث صحیح ہے اور جو بعض نے اس حدیث میں علتیں نکالی ہیں وہ کچھ نہیں (کیونکہ اس میں کوئی خرابی نہیں)۔ (حاشیہ شرح السنہ ج ۳ ص ۲۴)

- محقق حسن سلیم اسد الدارانیؒ (م ۱۴۴۳ھ) لکھتے ہیں کہ:

''اسناده صحيح''

یہ حدیث سنداً صحیح ہے۔ (حاشیہ مسند ابی یعلیٰ الموصلی برقم ۵۳۰۲)

- اور مشہور محدث، شیخ ناصر الدین الالبانیؒ (م ۱۴۲۰ھ) نے کہا ہے کہ:

''والحق انه حديث صحيح واسناده صحيح على شرط مسلم ولم نجد لمن اعله حجة يصلح التعلق بها ورد الحديث من اجلها''

اور حق بات یہ ہے کہ حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ بھی صحیح ہے اور اس کی سند بھی مسلم کی شرط کے مطابق صحیح ہے اور

جن لوگوں نے اس حدیث کو معلول قرار دیا ہے ہمیں ان کی کوئی ایسی دلیل نہیں ملی جس سے استدلال صحیح ہو اور اس وجہ سے حدیث رد کی جا سکے۔(**مشکوۃ المصابیح بتحقیق ناصر الدین البانی: ج۱: ص ۲۵۴**)

پس اللہ تعالی حق بات سمجھنے کی توفیق عطاء فرمائیں۔۔۔آمین۔

حضرت ابن مسعودؓ کی روایت کی تحقیق۔

[محمد بن جابر الیمامیؒ کے طریق پر بحث]

-مولانا نذیر الدین قاسمی

ثقہ، حافظ، امیر المومنین فی الحدیث، امام ابوالحسن الدارقطنیؒ (م ۳۸۵ھ) فرماتے ہیں کہ

حدثنا ابو عثمان سعید بن محمد بن احمد الحناط و عبدالوهاب بن عیسیٰ بن ابی حیة قالا نا اسحاق بن ابی اسرائیل نا محمد بن جابر عن حماد عن ابراهیم عن علقمة عن عبداللهؓ قال صلیت مع النبی ﷺ و مع ابی بکر و مع عمر رضی الله عنهما فلم یرفعوا ایدیهم الا عند التکبیرة الاولیٰ فی افتتاح الصلوٰة۔

قال اسحاق به ناخذ فی الصلوٰة کلها۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اور ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ نماز پڑھی۔ پس انہوں نے شروع نماز کے علاوہ رفع یدین نہیں کیا۔

ثقہ، امام اسحاق بن ابی اسرائیل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہم اسی حدیث کو عمل کے لیے لیتے ہیں۔ (**سنن الدارقطنی: حدیث نمبر ۱۱۳۳**)

<u>سند کی تحقیق:</u>

(۱) امام ابوالحسن الدارقطنیؒ (م ۳۸۵ھ) مشہور ثقہ، حافظ، امام، امیر المومنین فی الحدیث ہیں۔ (**الدلیل المغني لشیوخ الإمام أبي الحسن الدارقطني: ص ۳۴**)

(۲) ابوعثمان، سعید بن محمد بن احمد البغدادیؒ (م ۳۲۱ھ) ثقہ ہیں۔ (**تاریخ الاسلام: ج ۷: ص ۴۴۴**) اور ان کے متابع میں ثقہ، راوی عبدالوہاب بن عیسی بن ابی حیۃؒ (م ۳۱۹ھ) موجود ہیں۔ (**الدلیل المغنی: ص ۲۶۷**)،

(۳) اسحاق بن ابی اسرائیل، ابویعقوب المروزیؒ (م ۲۴۵ھ) سنن ابی داود و نسائی کے راوی اور ثقہ، مامون ہیں۔ (**تحریر تقریب التهذیب: رقم ۳۳۸**)،

(۴) محمد بن جابر الیمامیؒ (م بعد ۱۷۰ھ) سنن ابی داود و ابن ماجہ کے راوی ہیں۔

- حافظ ابن حجر عسقلانیؒ (م ۸۵۲ھ) فرماتے ہیں کہ

محمد بن جابر الیمامیؒ (م بعد ۱۷۰ھ) صدوق ہیں، مگر جب ان کی کتابیں [آخر عمر میں] ضائع ہوگئی، تو ان کا حافظہ متغیر ہوگیا اور بہت زیادہ غلطیاں کرنے لگے اور نابینہ ہونے کی وجہ سے تلقین بھی قبول کرنے لگے۔ (**تقریب: رقم ۵۷۷۷، الجرح والتعدیل لابن ابی حاتم: ج ۷: ص ۲۱۹**)

- حافظ عبد الحق الاشبیلیؒ (م ۵۸۱ھ) فرماتے ہیں کہ

''محمد بن جابر [هذا روى عنه الأئمة كشعبة والثوري وأيوب وغيرهم] كان قد عمي واختلط عليه حديثه وذهبت كتبه فضعف [ومع ضعفه يكتب حديثه]''

یعنی محمد بن جابر سے ائمہ نے مثلاً شعبہؒ، سفیانؒ وایوبؒ وغیرہ نے روایت لی ہے اور وہ نابینہ ہوگئے تھے اور ان کی احادیث، ان پر مختلط ہوگئی اور ان کی کتابیں ضائع ہوگئی، اس وجہ سے ان کی تضعیف کی گئی مگر ضعف کی باجود ان کی احادیث لکھی جائے۔ (**الاحکام الوسطی: ج ۴: ص ۵۷، ج ۱: ص ۲۷۷**)،

- حافظ نور الدین الہیثمیؒ (م ۸۰۷ھ) فرماتے ہیں کہ

وفيه محمد بن جابر السحيمي وفيه كلام كثير وهو صدوق في نفسه صحيح الكتاب ولكنه [كان أعمى واختلط عليه حديثه] وقبل التلقين [وهو ضعيف لسوء حفظه واختلاطه]

اس روایت میں محمد بن جابر السحیمی اور ان پر بہت کلام ہے اور وہ فی نفسہ صدوق ہیں، ان کی کتاب صحیح ہیں لیکن وہ [اخیر عمر میں] نابینہ ہوگئے تھے اور ان کی احادیث، ان پر مختلط ہوگئی تھی اور وہ تلقین قبول کرنے لگے تھے، لہذ وہ سوء الحفظ اور اختلاط کی وجہ سے ضعیف ہے۔ (**مجمع الزوائد: حدیث نمبر ۳۳۶۲، ۸۶۹**)

- حافظ ابو حاتم، محمد بن ادریس الرازیؒ (م ۲۷۷ھ) اور حافظ ابو زرعۃ، عبید اللہ بن عبد الکریم الرازیؒ (م ۲۶۴ھ) فرماتے ہیں کہ

''محمد بن جابر يمامي الاصل ومن كتب عنه كتب عنه باليمامة وبمكة وهو صدوق إلا أن في حديثه تخاليط واما اصوله فهي صحاح''۔

محمد بن جابر یمامیؒ اصلاً یمامہ کے باشندے ہیں، اور جس نے ان سے یمامہ اور مکہ میں لکھا، تو اس وقت وہ صدوق

تھے، مگر ان کی [حافظہ سے بیان کردہ] احادیث میں کچھ غلطیاں ہیں اور جہاں تک ان کی کتاب کی بات ہے، تو وہ [یعنی کتاب کی روایات] صحیح ہیں۔ (**الجرح والتعدیل لابن ابی حاتم الرازی: ج ۷: ص ۲۲۰**)

- امام ابوحاتم الرازیؒ (م ۲۷۷ھ) فرماتے ہیں کہ

''ذهب كتبه في آخر عمره وساء حفظه وكان يلقن وكان عبد الرحمن بن مهدي يحدث عنه ثم تركه بعد''

ان کی کتابیں آخیر عمر میں ضائع ہوگئی تھی اور حافظہ متغیر ہوگیا تھا اور وہ تلقین قبول کرنے لگے تھے اور حافظ عبدالرحمٰن بن مہدیؒ (م ۱۹۸ھ) بھی ان سے روایت کرتے تھے اور بعد میں [ان کی یہ حالت کی وجہ سے] ان کو ترک کردیا۔ (**الجرح والتعدیل: ج ۷: ص ۲۱۹**)،

- امیر المومنین فی الحدیث، امام عبداللہ بن المبارکؒ (م ۱۸۱ھ) فرماتے ہیں کہ

مررت به وهو بمنى يحدث الناس فرأيته لا يحفظ حديثه، فقلت له: أيها الشيخ إنك حدثتني بكذا وكذا، قال: فجاءني إلى رحلي ومعه كتابه فقال لي: انظر، فنظرت فإذا هو صحيح، فقلت: لا تحدث إلا من كتابك۔

میں منی میں محمد بن جابر کے پاس سے گزرا، جب کہ وہ لوگوں کو روایتیں بیان کررہے تھے، تو میں نے دیکھا کہ ان کو احادیث یاد نہیں ہے، تو میں نے ان سے کہا: کہ اے شیخ، آپ نے حدیث مجھ سے اس طرح، اس طرح بیان کی تھی، [یعنی میں نے ان کو ٹوکا] تو وہ اپنی کتاب کے ساتھ، میرے مقام پر آئے اور کہا کہ میری کتاب دیکھ لو، تو میں نے ان کی کتاب دیکھی، تو وہ صحیح تھی، تو میں نے ان سے کہا کہ آپ صرف اور صرف اپنی کتاب سے ہی روایات بیان کیا کریں۔ (کتاب التاریخ لابن المبارک بحوالہ **تہذیب التہذیب: ج ۹: ص ۸۹**)

- صدوق، امام ابن سعد الزہریؒ (م ۲۳۰ھ) فرماتے ہیں کہ

''وكان رحل إلى محمد بن جابر باليمامة فكتب كتبه''

اسحاق بن ابی اسرائیلؒ (م ۲۵۰ھ) محمد بن جابر کے پاس یمامہ تشریف لے گئے اور ان کی کتاب سے روایات لکھی۔ (**الطبقات الکبری: ج ۷: ص ۲۵۲**)،

- حافظ ابن عدیؒ (م ۳۶۵ھ) فرماتے ہیں کہ

ولمحمد بن جابر من الحديث غير ما ذكرت وعند إسحاق بن أَبِي إسرائيل عن مُحَمد بن جابر كتاب أحاديث صالحة وكان إسحاق يفضل مُحَمد بن جابر عَلَى جماعة شيوخ هم أفضل مِنْهُ وأوثق وقد روى عن مُحَمد بن جابر كما ذكرت من الكبار أيوب، وابن عون، وهِشام بن حسان والثوري، وشُعبة، وابن عُيَينة وغيرهم ممن ذكرتهم ولولا أن مُحَمد بن جابر فِي ذَلِكَ المحل لم يرو عنه هؤلاء الذين هُوَ دونهم وقد خالف فِي أحاديث ومع ما تكلم فيه من تكلم يكتب حديثه۔

میں نے جو احادیث ذکر کی ہیں اس کے علاوہ بھی محمد بن جابر کی حدیثیں ہیں، اور اسحاق بن ابی اسرائیل کے پاس محمد بن جابر سے نقل کردہ عمدہ احادیث کی کتاب ہے، اور اسحاق محمد بن جابر کو ترجیح دیتے تھے شیوخ کی ایک جماعت پر جو کہ ان سے افضل اور زیادہ ثقہ تھے، اور محمد بن جابر سے جن (روایت کرنے والوں) کا میں نے تذکرہ کیا ہوں، ان میں سے بڑے محدثین میں سے جیسا کہ میں نے ذکر کیا، ایوب، ابن عون، ھشام بن حسان، ثوری، شعبہ، ابن عیینہ وغیرہ نے روایت لی ہے، اگر محمد بن جابر کا یہ مقام نہ ہوتا تو یہ حضرات ان سے روایت نہ لیتے جو کہ ان سے چھوٹے ہیں، چند احادیث میں انہوں نے مخالفت کی ہے، اور ان پر کلام ہونے کے باوجود ان کی حدیث لکھی جائے گی۔ **(الکامل لابن عدی: ج ۷: ص ۳۴۲)**

- حافظ ابن دقیق العیدؒ (م ۷۰۲ھ) فرماتے ہیں کہ

فأحسن منه قول ابن عدي: كان إسحاق بن أبي إسرائيل يفضل محمد بن جابر على جماعة شيوخ هم أفضل منه، وأوثق، وقد روى عنه من الكبار: أيوب. وابن عون. وهشام بن حسان. والثوري. وشعبة. ابن عيينة. وغيرهم، ولولا أنه في ذلك المحل لم يرو عنه هؤلاء الذين هو دونهم، وقد خولف في أحاديث، ومع ما تكلم فيه فهو ممن يكتب حديثه۔ **(الامام فی معرفۃ احادیث الاحکام)**

- حافظ ابو محمد جمال الدین الزیلعیؒ (م ۷۶۲ھ) اور

- امام کمال الدین ابن الہمام السیواسیؒ (م ۸۶۱ھ) نے حافظ ابن دقیق العیدؒ (م ۷۰۲ھ) کی تائید کی ہے۔ **(نصب الرایۃ: ج ۱: ص ۳۹۷، فیض القدیر: ج ۱: ص ۳۱۱)**

- حافظ علی بن عثمان المارد ینیؒ (م ۷۵۰ھ) نے بھی ابن عدیؒ کی توثیق کو ترجیح دی ہے۔ **(الجوہر النقی: ج ۲: ص ۷۸)**

- اور یہی رائے، محدث بدرالدین العینیؒ (م ۸۵۵ھ) کی بھی ہے۔(نخب الافکار: ج ۴: ص ۱٦۷)،
- مشہور عالم، محدث، شیخ عبدالرحمٰن المعلمیؒ (م ۱۳۸٦ھ) محمد بن جابر الیمامیؒ (م بعد ۱۷۰ھ) کے بارے میں اقوالِ محدثین کو ذکر کرنے کے بعد، اپنا فیصلہ ذکر کرتے ہوئے، فرماتے ہیں کہ

فالحكم فيه أن ما رواه الثقات عنه ونصوا على انه من كتابه الذي عرفوا صحته فهو صالح. ويتوقف فيما عدا ذلك۔

لہذا محمد بن جابر الیمامیؒ (م بعد ۱۷۰ھ) کے سلسلے میں محکم قول یہ ہے کہ ان کی وہ روایات جن کو ثقات نے ان سے لیا ، اس روایت کی صحت جانا اور ان کی کتاب سے اس روایت کو لینے کی صراحت بھی کی، تو وہ روایت صالح ہوگی اور باقی کے سلسلے میں توقف کیا جائے گا۔(التنکیل: ج ۲: ص ٦٦۴)،

ان تمام اقوال سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ

* محمد بن جابر الیمامیؒ (بعد ۱۷۰ھ) صدوق ہیں، کذاب نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ حافظ ابوحاتم الرازیؒ (م ۲۷۷ھ)، حافظ عمرو بن علی الفلاسؒ (م ۲۴۹ھ) ان کو صدوق ہیں کہتے ہیں۔(الجرح والتعدیل لابن ابی حاتم الرازی: ج ۷: ص ۲۱۹)،
* جنہوں نے محمد بن جابر الیمامیؒ (م ۱۷۰ھ) سے مکہ یا یمامہ میں سماع کیا، تو ان روایات میں وہ صدوق ہیں۔
* محمد بن جابر الیمامیؒ (م بعد ۱۷۰ھ) کی کتاب صحیح روایات پر مشتمل تھی، جیسا کہ رازیان اور ابن المبارکؒ کا قول ہے
* محمد بن جابر الیمامیؒ (م بعد ۱۷۰ھ) سے اسحاق بن ابی اسرائیلؒ (م ۲۵۰ھ) نے "یمامہ" میں "ان کی کتاب" سے روایات لی ہے، جیسا کہ ابن سعدؒ کا حوالہ گزر چکا۔
* اور پھر اسحاق بن ابی اسرائیلؒ (م ۲۵۰ھ) اس ترک رفع کی روایت کی صحت کی گواہی دیتے ہوئے کہا: "به نأخذ فی الصلٰوۃ کلها"۔(کمامر)

یعنی ثقہ، مامون، ضابط، ثبت، حافظ جدا، امام، اسحاق بن ابی اسرائیلؒ (م ۲۵۰ھ) کی محمد بن جابر الیمامیؒ (م بعد ۱۷۰ھ) سے روایات مقبول ہوگی۔ یہی وجہ ہے کہ حافظ ابن عدیؒ (م ۳٦۵ھ) نے کہا:

"وعند إسحاق بن أَبِي إسرائيل عن مُحَمد بن جابر كتاب أحاديث صالحة"۔(الکامل: ج ۷: ص ۳۴۲)، اسی قول کو

* حافظ حافظ ابن دقیق العیدؒ (م ۷۰۲ھ)،
* حافظ ابومحمد جمال الدین الزیلعیؒ (م ۷۶۲ھ)،
* امام کمال الدین ابن الہمام السیواسیؒ (م ۸۶۱ھ)،
* حافظ علی بن عثمان المارد ینیؒ (م ۷۵۰ھ) اور
* محدث بدرالدین العینیؒ (م ۸۵۵ھ) وغیرہ نے ترجیح دی ہے۔ (کمامر)

نیز اگر جروحات کو تسلیم بھی کر لیا جائے، تب بھی وہ غیر ''اسحاق بن ابی اسرائیل عن محمد بن جابرؒ'' کی روایات کے سلسلے میں ہوگی۔

(۵)　حماد بن ابی سلیمانؒ (م ۱۲۰ھ) صحیح مسلم وسنن اربع کے راوی اور ثقہ ہیں، نیز ابراہیم النخعیؒ (م ۹۶ھ) کی روایات میں ''اعلم الناس''، ''اثبت الناس'' ہیں۔ (مجلہ الاجماع: ش ۲۴: ص ۲۸-۳۶)

نوٹ نمبر ۱:

حماد بن ابی سلیمانؒ (م ۱۲۰ھ) اگر چہ مدلس ہیں، مگر ان کے متابع میں ثقہ راوی عاصم بن کلیبؒ (م ۱۳۷ھ) موجود ہیں۔ (کمامر)، لہذا یہاں اس روایت میں ان پر تدلیس کا الزام مردود ہے۔

نوٹ نمبر ۲:

حماد بن ابی سلیمانؒ (م ۱۲۰ھ) کا آخری عمر میں ''مختلط ہونا'' ثابت نہیں ہے۔ (مجلہ الاجماع: ش ۲۴: ص ۱۷)، لہذا تحقیق یہی ہے کہ وہ اصطلاحی مختلط نہیں تھے۔ واللہ اعلم

(۶)　امام ابراہیم النخعیؒ (م ۹۶ھ) کا تعارف گزر چکا۔

(۷)　الاسود بن یزیدؒ (م ۷۵ھ) کتب ستہ کے راوی اور ثقہ، مکثر، فقیہ ہیں۔ (تقریب: رقم ۵۰۹)

(۸)　عبداللہ بن مسعودؓ (م ۳۲ھ) مشہور صحابی رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ (تقریب)

یعنی اس روایت کے تمام رواۃ ثقہ یا صدوق ہیں۔

اعتراض نمبر ۱:

امام احمد بن حنبلؒ (م ۲۴۱ھ) اور امام ابوحاتم الرازیؒ (م ۲۷۷ھ) کا قول ہے کہ ''أحادیثه عن حماد

مضطربه''۔(مسائل احمد بروایت ابن ہانی: رقم ۲۲۶۲، واللفظ لہ، الجرح والتعدیل لابن ابی حاتم: ج ۷: ص ۲۱۹)

الجواب:

اولا　یہ جرح اسحاق عن محمد بن جابر کی علاوہ کی روایات کے سلسلے میں ہوگی۔(جیسا کہ تفصیل گزر چکی)

دوم　چونکہ یہاں، ترک رفع کی روایت کے سلسلے میں محمد بن جابر الیمامیؒ (م بعد ۱۷۰ھ) سے اضطراب [یعنی مختلف طور سے روایت کو بیان کرنا] ثابت ہی نہیں ہے۔لہذا ہماری روایت اضطراب سے پاک ہوئی، اور یہاں یہ جرح نقل کرنا فضول ہے۔

سوم　حماد بن ابی سلیمانؒ (م ۱۲۰ھ) سے یہ روایت مرفوعاً نقل کرنے میں محمد بن جابر الیمامیؒ (م بعد ۱۷۰ھ) منفرد بھی نہیں ہیں۔(دیکھئے ص ۲۴-۲۵)، اس لحاظ سے بھی یہ جرح کمزور ہے۔

اعتراض نمبر ۲:

امام الحاکمؒ (م ۴۰۵ھ) کہتے ہیں کہ''هذا إسناد مقلوب، لا نعلم أحدا حدث به من أصحاب حماد بن أبي سليمان عنه من المشهورين بالأخذ عنه، ولو كان محفوظا لبادر بروايته أبو حنيفة وسفيان الثوري عن حماد؛ إذ كان يوافق مذهبهما''۔(الخلافیات للبیہقی: ج ۲: ص ۳۶۳)، امام دارقطنیؒ (م ۳۸۵ھ) کہتے ہیں کہ''وغير حماد يرويه عن إبراهيم مرسلا، عن عبد الله من فعله غير مرفوع إلى النبي صلى الله عليه وسلم وهو الصواب''۔امام البیہقیؒ (م ۴۵۸ھ) فرماتے ہیں کہ''وكذلك رواه حماد بن سلمة، عن حماد بن أبي سليمان، عن إبراهيم، عن ابن مسعود مرسلا موقوفا''۔(السنن الکبری للبیہقی: ج ۲: ص ۱۱۳-۱۱۴)

الجواب:

جواب سے پہلے عرض ہے کہ امام حاکمؒ (م ۴۰۵ھ) کی عبارت میں تصریح ہے کہ اصحاب حماد بن ابی سلیمان میں ''مکثر عنہ'' امام ابوحنیفہؒ (م ۱۵۰ھ) اور امام سفیان ثوریؒ (م ۱۶۱ھ) ہیں۔والحمد للہ

اور حماد بن ابی سلیمانؒ (م ۱۲۰ھ) سے یہ روایت مرفوعاً نقل کرنے میں محمد بن جابر الیمامیؒ (م بعد ۱۷۰ھ) منفرد بھی نہیں ہیں، بلکہ ان کے متابع میں ثقہ، حافظ، امام ابوحنیفہؒ (م ۱۵۰ھ) موجود ہیں۔(دیکھئے ص ۲۴-۲۵)،

لہذا یہ جرح بھی کمزور ہی ہے۔واللہ اعلم

غالباً یہی وجہ ہے کہ حافظ المارد ینیؒ (م ۷۵۰ھ) اور محدث بدرالدین العینیؒ (م ۸۵۵ھ) کہتے ہیں کہ ''هذا شاهد جيد''۔(الجوہر النقی: ج ۲: ص ۸۷، نخب الافکار: ج ۴: ص ۱۶۷)

محدث ظفر احمد العثمانیؒ (م ۱۳۹۴ھ) بھی فرماتے ہیں کہ ''إسناده جيد''۔(اعلاء السنن: ج ۲: ص ۸۳۷)،
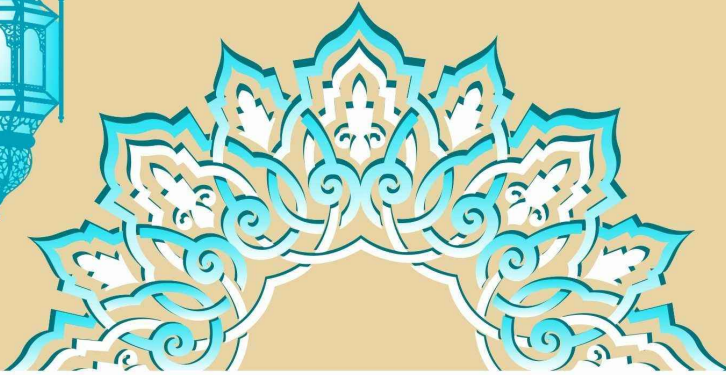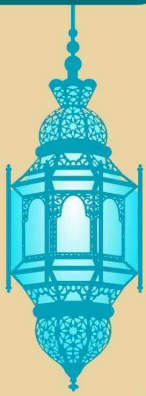
- صرف تکبیر تحریمہ کے وقت ہی، رفع الیدین کرنا مسنون ہے۔[قسط ۲]
- عاشورے کے دن ”التوسعۃ علی العیال“ کی حدیث کی تحقیق۔

ناشر: الاجماع فاؤنڈیشن

صرف تکبیر تحریمہ کے وقت ہی، رفع الیدین کرنا مسنون ہے۔[قسط ۲]

از: مولانا نیاز احمد اوکاڑوی حفظہ اللہ

اختصار و ترتیب و حاشیہ و اضافہ: مولانا نذیر الدین قاسمی

ائمہ محدثین کی ایک جماعت نے حدیث ابن مسعودؓ پر جرح کی ہے، مگر وہ تمام جروحات، اصولِ حدیث اور اصول جرح و تعدیل کی روشنی میں غیر صحیح و مرجوح ہیں، یہی وجہ ہے کہ ائمہ محدثین کی ہی ایک جماعت نے ترکِ رفع کی ابن مسعودؓ کی حدیث کی تصحیح و تحسین فرمائی ہے، ذیل میں جروحات مع جوابات ملاحظہ فرمائیں:

<u>امام عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۸۱ھ) کی جرح کا جواب:</u>

زبیر علی زئی صاحب نے **نور العینین: ص ۱۳۰** پر نقل کیا ہے کہ عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث ثابت نہیں ہے۔

<u>الجواب:</u>

کتب حدیث میں ترک رفع یدین سے متعلقہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی مختلف احادیث موجود ہیں مثلاً۔۔۔۔

ایک تو زیر بحث ہی ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی عملی حدیث، جس میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نماز، خود پڑھ کر بتا رہے ہیں، اس کے الفاظ یہ ہیں:

''قال قال عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ: الا اصلی بکم صلوۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فصلی فلم یرفع یدیہ الا فی اول مرۃ''

کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے لوگو! کیا میں تمہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز پڑھ کر نہ دکھاؤں؟ پس ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم والی نماز پڑھی، اور شروع نماز کے علاوہ کہیں بھی رفع یدین نہیں کیا۔ **(دیکھئے مجلہ الاجماع: ش ۲۶: ص ۱)**

اس حدیث میں ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے بذاتِ خود رفع یدین کے بغیر نماز پڑھی ہے، اور رفع یدین کے بغیر اپنی اس پڑھی ہوئی نماز کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز قرار دیا ہے، **<u>اس حدیث کو ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی فعلی حدیث کہا جاتا ہے اور</u>**

<u>ہمارا اصل استدلال اسی حدیث سے ہے۔</u>

اسی طرح ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی ایک دوسری حدیث کے الفاظ یہ ہیں ''عن عبداللہ عن النبی ﷺ انه کان یرفع یدیه فی اوّل تکبیرة ثم لا یعود'' کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم شروع نماز کے علاوہ رفع یدین نہیں کرتے تھے۔ (طحاوی: ج۱: ص ۱۶۲)

یہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی قولی حدیث ہے کہ اس حدیث میں ابن مسعود رضی اللہ عنہ صراحتاً قولاً نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل ترک رفع یدین بتا رہے ہیں۔

الغرض ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی بعض احادیث فعلی ہیں اور بعض احادیث قولی ہیں، اور مذکورہ بالا ابن مبارک رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۸۱ھ) کی جرح ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی قولی حدیث پر ہے نہ کہ فعلی پر، چنانچہ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ (م ۲۷۹ھ) فرماتے ہیں کہ

'' قال عبداللہ بن المبارک : قد ثبت حدیث من یرفع یدیه و ذکر حدیث الزهری عن سالم عن ابیه ''و لم یثبت حدیث ابن مسعود ان النبی ﷺ لم یرفع الا فی اوّل مرة'' حدثنا بذالک احمد بن عبدة الآملی ثنا وهب بن زمعة عن سفیان بن عبدالملک عن عبداللہ ابن المبارک''۔ (سنن الترمذی: تحت حدیث نمبر ۲۵۶)

امام ابوبکر البیہقیؒ (م ۴۵۸ھ) فرماتے ہیں کہ

أخبرنا أبو عبد الرحمن السلمي، وأبو بكر بن الحارث الفقيه قالا: أخبرنا علي بن عمر الحافظ قال: حدثنا أبو سعيد محمد بن عبد الله بن إبراهيم بن مشكان المروزي، قال: حدثنا عبد الله بن محمود قال: حدثنا عبد الكريم بن عبد الله، عن وهب بن زمعة، عن سفيان بن عبد الملك، عن عبد الله بن المبارك قال: لم يثبت عندي: حديث عبد الله بن مسعود أن رسول الله صلى الله عليه وسلم: رفع يديه أول مرة، ثم لم يرفع، وقد ثبت عندي حديث من يرفع يديه عنه، إذا ركع وإذا رفع۔

ذكره عبيد الله العمري، ومالك، ومعمر، وسفيان، ومحمد بن أبي حفصة، عن الزهري، عن سالم، عن أبيه، عن النبي صلى الله عليه وسلم۔ (معرفة السنن والآثار للبیہقی: ج۲: ص ۴۲۳)

ان دونوں عبارتوں پر غور فرمائیں!

عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۸۱؁ھ) نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی اس قولی حدیث پر جرح کی ہے، جس میں وہ نبی ﷺ کا عمل نقل کر رہے ہیں، جب کہ ہمارا استدلال ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی اس فعلی حدیث سے ہے، جس میں ابن مسعودؓ خود، نبی ﷺ کا عمل کر کے بتا رہے ہیں۔

چنانچہ حافظ انور شاہ کشمیریؒ (م ۱۳۵۳؁ھ) فرماتے ہیں کہ

روی عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ فی الباب حدیثان،احدھما من فعله كما اخرجه ابو داود والنسائی و الترمذی وآخرون و ثانیھما مرفوعاً الی النبی ﷺ انه لم یرفع الا فی اول مرة او نحو ذلک كما اخرجه الطحاوی وغیرہ ولیس ھذا الا من جھة بعض الرواة نقله بالمعنی من الحدیث الاول لقول ابن مسعود الا اصلی بکم صلوة رسول اللہ ﷺ۔

فالظاھر ان عبد اللہ بن المبارک انما انکر ما روی حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ من فعل النبی ﷺ لا ما جاء من فعل ابن مسعود رضی اللہ عنہ ۔(نیل الفرقدین:ص ۶۰-۶۱)

- محدث ظفر احمد عثمانیؒ (م ۱۳۹۴؁ھ) بھی فرماتے ہیں کہ

''وقد تكلم على هذا الحديث بوجوه: منها: أن الترمذي روي بسنده عن ابن المبارك، قال: لم يثبت عندى حديث ابن مسعود أنه عليه السلام لم يرفع يديه إلا في أول مرة، والجواب عنه: أما أولا: فبأن هذا الحديث روي عن ابن مسعود بوجهين، أحدهما من فعله كما رواه الترمذي وأبو داود والنسائي وأبو بكر بن أبي شيبة وأحمد وأبو حنيفة: "أن عبد الله كان يرفع يديه في أول التكبير، ثم لا يعود، ويؤثر ذلك عن رسول الله صلى الله عليه وسلم۔

وفي لفظ بعضهم قال: "ألا أصلي بكم صلاة رسول الله صلى الله عليه وسلم فصلى، فلم يرفع يديه إلا في أول مرة" وثانيهما: مرفوعا إلى النبي صلى الله عليه وسلم أنه لم يرفع يديه إلا في أول مرة، ونحو ذلك، كما أخرجه الطحاوي وغيره. فلعل مراد ابن المبارك أن حديث ابن مسعود لم يثبت مرفوعا بالوجه الثاني، وأن الذي رفعه رواه بالمعنى، وأما إنكاره مطلقا فبعيد عن مثله''۔(اعلاء السنن: ج ۲: ص ۸۲۵-۸۲۶)

لہذا ابن مبارکؒ (م ۱۸۱؁ھ) کی جرح کو ابن مسعودؓ کی قولی حدیث کے بجائے، ابن مسعودؓ کی فعلی حدیث پر فٹ

کرنا غیر صحیح ہوگا۔

نوٹ:

بعض لوگوں کا اصرار ہے کہ ابن المبارک رحمۃ اللہ علیہ کی جرح، ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی فعلی روایت کے متعلق ہی ہے۔ **(نور العینین: ص ۱۳۰)**

تبصرہ:

تو جواب میں عرض ہے کہ ابن مبارک رحمۃ اللہ علیہ کی مذکورہ بالا جرح (کہ یہ حدیث ثابت نہیں ہے) غیر مفسر غیر مبین السبب ہے، چنانچہ اہل حدیث عالم، محمد گوندلوی صاحبؒ (م ۱۴۰۵ھ) لکھتے ہیں:

اگر جرح مفسر نہ ہو تو مقبول نہیں ہوتی، اس کی مثال اس طرح ہے کہ کوئی شخص یہ کہے کہ ۔۔۔۔ یہ حدیث ثابت نہیں ۔۔۔۔ اور اس کی وجہ بیان نہ کرے ۔۔۔ الخ۔ **(خیر الکلام: ص ۴۴)**

محمد گوندلوی صاحبؒ کے اس اقتباس سے معلوم ہوا کہ بغیر وجہ بیان کیے کسی محدث کا یہ کہنا کہ یہ حدیث ثابت نہیں غیر مفسر جرح ہے، نیز ائمہ محدثین وفقہاء نے صراحت فرما رکھی ہے کہ غیر مفسر غیر مبین السبب جرح قابل قبول نہیں ہوتی۔ **(تقریب مع التدریب ص ۲۶۹، الکفایہ ج ۱ ص ۳۳۸، رقم ۲۷۷، سندہ صحیح، مقدمہ ابن صلاح: ص ۶۱)**

اور ابن مبارک رحمۃ اللہ علیہ کی یہ جرح بھی غیر مفسر ہونے کی وجہ سے، مقبول نہیں ہے، یہی وجہ ہے کہ ائمہ محدثین کی ایک جماعت نے ابن مبارکؒ کی اس جرح کا رد کیا ہے، چنانچہ

- حافظ تقی الدین، ابو الفتح ابن دقیق العید القشیریؒ (م ۷۰۲ھ) نے کہا:

"وعدم ثبوت الخبر عند ابن المبارك لا يمنع من النظر فيه، وهو يدور على عاصم بن كليب، وقد وثقه ابن معين، كما قدمناه"۔ (کتاب الامام بحوالہ نصب الرایہ للزیلعی: ج ۱: ص ۳۹۵)

- حافظ ابو محمد الزیلعیؒ (م ۷۶۲ھ) نے، ابن دقیق العیدؒ (م ۷۰۲ھ) کی تائید کرتے ہوئے کہا:

"والجواب: أما الأول: فقال الشيخ في الإمام: وعدم ثبوت الخبر عند ابن المبارك لا يمنع من النظر فيه، وهو يدور على عاصم بن كليب، وقد وثقه ابن معين، كما قدمناه، قال: وقول شيخنا أبي محمد المنذري، وقال غيره: لم يسمع عبد الرحمن من علقمة، فغير قادح أيضا ۔۔۔"۔ (نصب الرایہ للزیلعی: ج ۱: ص ۳۹۵)

- حافظ انور شاہ کشمیریؒ (م ۱۳۵۳ھ) نے بھی، ابن دقیق العیدؒ (م ۷۰۲ھ) کی تائید کی ہے۔(نیل الفرقدین: ص ۶۱-۶۲)

- حافظ علاء الدین، علی بن عثمان المارديني الشهير بابن التركمانيؒ (م ۷۵۰ھ) نے کہا:

''والجواب عن الثلاثة ان عدم ثبوته عند ابن المبارك معارض ثبوته عند غيره فان ابن حزم صححه في المحلي وحسنه الترمذي وقال به بقول غير واحد من اهل العلم من الصحابة والتابعين وهو قول سفيان واهل الكوفة وقال الطحاوي وهذا مما لا اختلاف عن ابن مسعود فيه وقال صاحب الامام ما ملخصه عدم ثبوته عند ابن المبارك لا يمنع من اعتبار حال رجاله ومداره على عاصم وسيأتي امره وعبد الرحمن بن الاسود تابعي اخرج له مسلم في مواضع من كتابه ووثقه ابن معين وعلقمة لا يسئل عنه لشهرته والاتفاق على الاحتجاج به وقول المنذرى وقال غيره لم يسمع عبد الرحمن من علقمة عجيب۔۔۔''۔(الجوہر النقی: ج ۲: ص ۷۷)

- حافظ علاء الدین مغلطائی (م ۷۶۲ھ) فرماتے ہیں کہ

''وعن الثاني أنّ عدم ثبوته عند ابن المبارك لا يمنع من اعتبار رجاله، والنظر في رأيه والحديث يدور على عاصم بن كليب، وهو ثقة عند بن حبان، وابن سعد، وأحمد بن صالح المصري، وابن شاهين ويحيى بن معين والفسوي وغيرهم''۔(شرح ابن ماجہ لمغلطائی: ص ۱۴۶۷)

- محدث بدر الدین العینیؒ (م ۸۵۵ھ) نے کہا:

''عدم ثبوت الخبر عند ابن المبارك لا يمنع ثبوته عند غيره، فقد قال الترمذي: حديث ابن مسعود - رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ - حديث صحيح، وصححه ابن حزم في "المحلى" وهو يدور على عاصم بن كليب وقد وثقه ابن معين، وأخرج له مسلم، فلا يسأل عنه للاتفاق على الاحتجاج به۔۔''۔(البنایۃ شرح الہدایۃ: ج ۲: ص ۲۵۶، واللفظ لہ، نخب الافکار: ج ۴: ص ۱۶۵)

- امام کمال الدین، ابن الہمام السیواسیؒ (م ۸۶۱ھ) فرماتے ہیں کہ

''وما نقل عن ابن المبارك أنه قال: لم يثبت عندي حديث ابن مسعود فغير ضائر''۔(فتح القدیر: ج ۱: ص ۳۱۰)،

- حافظ مرتضی الزبیدیؒ (م ١٢٠٥ھ) فرماتے ہیں کہ

''أن عدم ثبوته عند ابن المبارك معارض بثبوته عند غيره فإن ابن حزم صححه في المحلى وحسنه الترمذي''۔(تخریج احادیث احیاء علوم الدین: ج ١: ص ٣٥١)،

معلوم ہوا کہ ائمہ کے نزدیک، ابن مبارکؒ (م ١٨١ھ) کی جرح غیر مفسر ہونے کی وجہ سے، مقبول نہیں ہے۔ واللہ اعلم

ایک نکتہ:

سیدنا عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ کی یہ جرح منسوخ و مرجوع عنہ معلوم ہوتی ہے، کیونکہ ابن مبارک رحمۃ اللہ علیہ سے یہ جرح ان کے قدیم شاگرد، من كبار أصحاب بن المبارك، سفیان بن عبدالملکؒ (قبل ٢٠٠ھ) نے نقل کی ہے۔ (سنن ترمذی: ج ١: ص ٩٠، نیز دیکھئے تقریب: رقم ٢٤٤٨)،

یعنی ابن مبارک رحمۃ اللہ علیہ نے یہ جرح اوّل عمر میں کی تھی، مگر جب یہی حدیث صحیح سند کے ساتھ ابن مبارک رحمۃ اللہ علیہ کو مل گئی، تو امام ابن مبارک رحمۃ اللہ علیہ (م ١٨١ھ) نے خود یہ حدیث اپنے متاخر شاگرد، سوید بن نصر المروزی رحمۃ اللہ علیہ (م ٢٤٠ھ) کو پڑھائی و بیان کی ہے۔ (سنن النسائی: ج ١: ص ١٤١، نیز دیکھئے تقریب: رقم ٢٦٩٩)

اس تفصیل سے ظاہر ہوتا ہے کہ امام ابن مبارک رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے اعتراض سے رجوع فرمالیا تھا۔ واللہ اعلم

ایک اعتراض اور اس کا جواب:

زبیر علی زئی صاحب کہتے ہیں کہ:

مجھے الکاشف اور تہذیب التہذیب میں یہ حوالہ نہیں ملا کہ سفیان بن عبدالملک امام ابن المبارک کے قدیم السماع شاگرد تھے۔۔۔۔ الخ۔ (مقالات: ج ٤: ص ٢٧٠)

الجواب:

- سفیان بن عبدالملکؒ (م قبل ٢٠٠ھ) کے متعلق حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ (م ٨٥٢ھ) لکھتے ہیں:

''ذكره ابن حبان فى الثقات وقال مات قبل المئتين وكذا ارخه ابو على محمد بن على بن حمزة المرزى وزاد كان متقدم السماع''۔(تہذیب التہذیب ج ٢ ص ٩١٧، رقم ٥٧٨٢)

* حافظؒ (م ۸۵۲ھ) مزید لکھتے ہیں:

''سفیان بن عبدالملک المروزی من کبار اصحاب ابن المبارک ثقة من قدماء العاشرة مات قبل المئتین''۔(تقریب: رقم ۲۴۴۸)

- حافظ مزی رحمۃ اللہ علیہ (م ۷۴۲ھ) مذکور سفیان کے بارے لکھتے ہیں:

''ذکرہ ابن حبان فی کتاب الثقات و قال ھو و البخاری و ابو علی محمد بن علی بن حمزة المروزی مات قبل المئتین زاد ابو علی و کان متقدم السماع''۔(تہذیب الکمال: ج ۱۱: ص ۱۷۴، رقم ۲۴۱۰)

- امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ (م ۲۴۱ھ) فرماتے ہیں:

'' اصحاب ابن المبارک القدماء سفیان یعنی ابن عبدالملک۔۔۔الخ''۔(سوالات ابی داؤد لاحمد بن حنبل: ج ۱: ص ۳۵۹، رقم ۵۶۲)

* حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ (م ۸۵۲ھ) مذکور سفیان کے متعلق تو کہتے ہیں کہ'' من کبار اصحاب ابن المبارک ثقة من قدماء العاشرة'' جبکہ دوسری طرف سوید بن نصر المروزی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں فرماتے ہیں کہ ''ثقةمن العاشرة''۔(تقریب ص ۲۹۵، رقم ۲۶۹۹)

نیز سفیان بن عبدالملک رحمۃ اللہ علیہ (۲۰۰ھ) سے پہلے ہی فوت ہو چکے تھے، جبکہ سوید بن نصر المروزی رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت تقریباً (۱۵۰ھ) میں اور وفات (۲۴۰ھ) میں ہے، بظاہر اس سے بھی یہی بات ثابت ہوتی ہے کہ سفیان بن عبدالملک رحمۃ اللہ علیہ امام ابن المبارک رحمۃ اللہ علیہ کے قدیمی شاگرد ہیں اور سوید بن نصر رحمۃ اللہ علیہ متاخر شاگرد ہیں۔ واللہ اعلم

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ (م ۲۰۴ھ) کی جرح کا جواب:

زبیر علی زئی نے سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی مرفوع فعلی حدیث کے مضعفین میں امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کو بھی شمار کیا ہے، اور اس پر تین حوالے پیش کیے ہیں۔

(۱)۔۔۔کتاب الام ج ۷ ص ۲۰۱، باب رفع الیدین فی الصلوٰۃ۔

(۲)۔۔۔۔السنن الکبریٰ للبیہقی: ج ۲ ص ۸۱۔

(۳)۔۔۔۔فتح الباری: ج ۲: ص ۲۲۰۔(دیکھئے نور العینین ص ۱۳۱)

زبیر صاحب کے پیش کردہ حوالہ جات کی حقیقت ملاحظہ فرمائیں:

جواب:

کتاب الام میں ہے کہ "بعض المشرقيين و خالفوكم فقالوا: يرفع يديه حذو أذنيه في ابتداء الصلاة فقلت: هل رووا فيه شيئا؟ قال: نعم ما لا نثبت نحن و لا أنتم و لا أهل الحديث منهم مثله"۔(ج ۷: ص ۲۱۲)

عبارت میں چونکہ سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی مرفوع فعلی حدیث پر کوئی صریح جرح نہیں ہے، لہٰذا اس کو پیش کرنا صحیح نہیں ہوگا۔

نیز اگر بطور اسرار مان لیا جائے، تو اس کا جواب دیا جا چکا کہ یہ جرح غیر مفسر ہے، کیونکہ جارح نے یہاں علت بیان نہیں کی، کہ کس وجہ سے یہ روایت ثابت نہیں ہے۔ لہٰذا اس کو پیش کرنا ہی فضول ہے۔ واللہ اعلم

اور السنن الکبریٰ للبیہقی میں امام ابوبکر البیہقیؒ (م ۴۵۸ھ) کہتے ہیں کہ

قال الزعفراني قال: الشافعي في القديم: و لا يثبت عن علي و ابن مسعود، يعني ما رووه عنهما من أنهما كانا لا يرفعان أيديهما في شيء من الصلاة إلا في تكبيرة الافتتاح. قال الشافعي رحمه الله: وإنما رواه عاصم بن كليب، عن أبيه، عن علي فأخذ به وترك ما روى عاصم عن أبيه، عن وائل بن حجر أن النبي صلى الله عليه وسلم رفع يديه كما روى ابن عمر، ولو كان هذا ثابتا عن علي وعبد الله كان يشبه أن يكون رآهما مرة أغفلا فيه رفع اليدين ولو قال قائل: ذهب عنهما حفظ ذلك، عن النبي صلى الله عليه وسلم وحفظه ابن عمر، فكانت له الحجة۔(ج ۲: ص ۱۱۵)،

غور فرمائیں! امام شافعیؒ (م ۲۰۴ھ) علیؓ و ابن مسعودؓ کی موقوف روایت پر کلام کر رہے ہے- اور وہ بھی جرح غیر مفسر-۔ نہ کہ سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی مرفوع فعلی حدیث پر، جیسا کہ سیاق و سباق دلالت کر رہا ہے۔ لہٰذا موضوع سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے۔

اور فتح الباری میں حافظؒ (م ۸۵۲ھ) نے فرمایا: کہ

واحتجوا أيضا بحديث بن مسعود أنه رأى النبي صلى الله عليه وسلم يرفع يديه عند الافتتاح ثم لا يعود أخرجه أبو داود ورده الشافعي بأنه لم يثبت قال ولو ثبت لكان المثبت مقدما على النافي ۔(فتح الباری: ج ۲: ص ۲۲۰)

یہاں فتح الباری میں بھی امام شافعیؒ (م ۲۰۴ھ) کی جرح غیر مفسر ہے۔

لہذا اس طرح کے کلام سے، ابن مسعودؓ کی مرفوع فعلی حدیث کی صحت پر کوئی اثر نہیں ہوتا۔ واللہ اعلم

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ (م ۲۴۱ھ) کی جرح کا جواب:

زبیر صاحب نے زیر بحث حدیث کے جارحین میں امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کو بھی شمار کیا ہے، جزء رفع الیدین: ۳۲، مسائل احمد روایۃ عبداللہ بن احمد ۱/ ۲۴۰، فقرہ ۳۲۶۔ (نور العینین ص ۱۳۱)

الجواب:

جزء رفع الیدین میں لکھا ہے کہ

ويروى عن سفيان, عن عاصم بن كليب, عن عبد الرحمن بن الأسود, عن علقمة قال: قال ابن مسعود: ألا أصلي بكم صلاة رسول الله صلى الله عليه وسلم: فصلى ولم يرفع يديه إلا مرة۔

وقال أحمد بن حنبل: عن يحيى بن آدم قال: نظرت في كتاب عبد الله بن إدريس عن عاصم بن كليب ليس فيه: ثم لم يعد۔

فهذا أصح لأن الكتاب أحفظ عند أهل العلم لأن الرجل ربما حدث بشيء ثم يرجع إلى الكتاب فيكون كما في الكتاب ۔(رقم ۳۱)

اور مسائل احمد بروایت عبداللہ بن احمد میں ہے کہ

حدثنا قال قلت لابي حديث عاصم بن كليب عن عبد الرحمن بن الأسود عن علقمة قال قال ابن مسعود الا اصلي بكم كما رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم قال فصلى فلم يرفع يديه الا مرة

حدثنا قال حدثني ابي حدثنا ابو عبد الرحمن الضرير قال كان وكيع ربما قال يعني ثم لا يعود

قال ابي وكيع يقول هذا من قبل نفسه يعني ثم لا يعود۔

قال ابي وقال الأشجعي في هذا الحديث فرفع يديه اول شيء۔

قال ابي وحديث عاصم بن كليب رواه ابن ادريس فلم يقل ثم لا يعود۔

حدثنا قال حدثني ابي حدثنا يحيى بن ادم قال املي على عبد الله بن ادريس عن عاصم بن كليب عن عبد الرحمن بن الاسود قال حدثنا علقمة عن عبد الله بن مسعود قال علمنا رسول الله صلى الله عليه وسلم فكبر ورفع يديه وركع وطبق يديه فجعلها بين ركبتيه فبلغ سعدا فقال صدق اخي قد كنا نفعل ذلك ثم امرنا بهذا واخذ بركبتيه عاصم بن كليب هكذا۔

قال ابي لفظ غير لفظ وكيع وكيع كان رجل يحمل على نفسه في حفظ الحديث۔

یہ عبارات آپ کے سامنے ہیں اور جوابات ملاحظہ فرمائیں:

- الفقہ الاکبیر، الفقہ الابسط وغیرہ کتب کا انکار کرنے والے اہل حدیث حضرات، جزء رفع الیدین کو امام بخاریؒ (م ۲۵۶ھ) کی کتاب، کیوں تسلیم کرتے ہیں؟؟ جب کہ اس کتاب کی سند میں موجود، محمود بن اسحاق الخزاعی کی توثیق، کسی امام نے نہیں کی۔

- جزء رفع الیدین میں موجود، عبارت ''فهذا أصح لأن الكتاب أحفظ عند أهل العلم ۔۔۔۔'' کے جواب میں، حافظ انور شاہ کشمیریؒ (م ۱۳۵۳ھ) فرماتے ہیں کہ

''فيجاب عنه بوجوه احدهما: ان ما رواه ابن ادريس فهو حديث آخر يدل اختلاف سياقها۔

وثانيها ان سفيان احفظ من ابن ادريس وقد قال الحافظ فى التقريب فى ترجمة سفيان: ثقة حافظ امام حجة، انتهى، فمع وثوقه وحفظه وامامته لا يضر مخالفة ابن ادريس له۔

وثالثها ان هذه زيادة والزيادة من الثقة الحافظ المتقن مقبولة عند الاكثر الخصوم''۔(**نیل الفرقدین**: ص ۶۵)

اور محدث ظفر احمد عثمانیؒ (م ۱۳۹۴ھ) کہتے ہیں کہ

أما قوله: إن الكتاب أحفظ عند أهل العلم فغير مسلم مطلقا، فإنه ربما يقع الوهم والغلط في الكتابة، ثم

يصححه ويصلحه العالم من حفظه، فلا يبعد إن كانت لفظة " لا يعود " سقطت من كتاب ابن إدريس لأجل زلة الكاتب، وحديث التطبيق لا يعارض هذا الحديث كما يدل على ذلك اختلاف سياقهما، فلا يترك أحد الحديثين بالآخر، وعلى تقدير اتحادهما أيضا لا يضر سفيان مخالفة ابن إدريس له، فإن زيادة الثقة مقبولة، وسفيان ثقة حافظ فقيه عابد إمام حجة، كما في التقريب وعبد الله بن إدريس إنما هو ثقة فقيه عابد، كما فيه أيضا. وليس بإمام ولا حجة عندهم،

والعجب من المحدثين حيث جعلوا سفيان أحفظ من شعبة في باب رفع الصوت بأمين، وتركوا بقوله رواية شعبة بلفظ: " خفض بها صوته " وهو أمير المؤمنين في الحديث، وتركوا أيضا قول سفيان بكتاب ابن إدريس، وهو أدنى منزلة من سفيان۔ (اعلاء السنن: ج ۲: ص ۸۲۸-۸۲۹)

نیز محدث عصرنا، ابو عبید حبیب الرحمٰن الاعظمیؒ (م ۱۴۱۲ھ) نے لکھا ہے کہ

اسی طرح، محدثین کا یہ کہنا کہ ''ثم لا یعود'' کے لفظ کی زیادتی سفیان ثوری کا وہم ہے، کیونکہ عبد اللہ بن ادریس کی روایت میں یہ زیادتی نہیں ہے۔ نہایت تعجب خیز ہے، کیونکہ انہی سفیان ثوری کو آمین بالجہر کی روایت میں باور کرایا گیا تھا، کہ یہ احفظ الناس ہیں، اور ان کے مقابلہ میں احمد بن حنبل وغیرہ کے اس فیصلہ کے باوجود، کہ ''وشعبة احسن حدیثاً من الثوری'' امیر المؤمنین فی الحدیث، امام شعبہ کا حفظ وضبط بھی پایۂ اعتبار سے ساقط بتایا گیا تھا، لیکن اب یہی سفیان ثوری مسئلہ رفع یدین میں وہم کا شکار بتائے جا رہے ہیں اور ان کی روایت پر عبد اللہ بن ادریس کی روایت کے مقابلہ میں جو ان کی طرح نہ تو حافظ ہیں، نہ امام وحجت، خطاء اور ضعیف کا حکم چسپاں کیا جا رہا ہے۔

اور یہ سب کچھ اس روایت کی بنیاد پر کیا جا رہا ہے، جس کا سفیان ثوری کی روایت سے فی الواقع کوئی اختلاف ہی نہیں، کیونکہ ابن ادریس کی روایت مسئلہ تطبیق سے متعلق ہے اور سفیان ثوری کی روایت تعلق، رفع یدین سے ہے۔

دونوں کا سیاق خود بتا رہا ہے کہ مختلف مسئلوں سے متعلق یہ دو مستقل حدیثیں ہیں، اس لئے سرے سے ان میں کوئی مخالفت ہی نہیں کہ ایک کو صواب اور دوسری کو خطا یا صحیح وضعیف ٹھہرایا جائے۔

اور ان بزرگوں کے احترام میں یہ مان بھی لیا جائے کہ یہ دونوں ایک ہی حدیث ہیں، تو اصولی طور پر سفیان ثوری ہی کی روایت راجح ہوگی، کیونکہ سفیاں ثوری ثقہ، فقیہ عابد کے باوصف حافظ، امام اور حجت بھی ہیں، جبکہ ابن ادریس صرف، فقیہ

اور عابد ہیں اور حضرات محدثین کا مسلمہ قاعدہ ہے کہ ثقہ کے مقابلہ میں اوثق کی روایت راجح ہوتی ہے۔(**تحقیق مسئلہ رفع یدین:** ص ۲۲-۲۳)

لہذا عبداللہ بن ادریس کی روایت کو، سفیان ثوریؒ کی روایت پر ترجیح دینا مرجوح ہے اور اصول کی روشنی میں راجح سفیان ثوریؒ (م ۱۶۱ھ) کی ہی روایت ہے۔ واللہ اعلم

ایک علمی نکتہ:

جزرفع کی اس عبارت کے سلسلے میں، حافظ انورشاہ کشمیریؒ (م ۱۳۵۳ھ) نے ایک نکتہ یوں ذکر کیا ہے کہ

''**هذا الكتاب لعبد الله بن ادريس لا لعاصم بن كليب فلم يک هناک شئی من الاضطراب**''۔(**نیل الفرقدین:** ص ۷۰)

یعنی جب کتاب عبداللہ بن ادریس کی ہے، نہ کہ عاصم بن کلیب کی، تو تب تو یہاں [سفیانؒ سے] غلطی ہونے امکان ہی نہیں ہے۔ نیز سفیان ثوریؒ (م ۱۶۱ھ)، اعلیٰ درجہ کے ثقہ اور حافظ بھی ہیں، کما مر۔

لہذا یہاں پر ''**فهذا أصح لأن الكتاب أحفظ عند أهل العلم**۔۔۔'' کا قول بھی کمزور ہے۔ واللہ اعلم

- مسائل احمد کی عبارت میں، امام احمدؒ (م ۲۴۱ھ) نے صرف ''لفظ ثم لا یعوذ'' پر اعتراض کیا ہے باقی تمام حدیث کو ''**فصلى فلم يرفع يديه الا في اوّل مرة**'' اور اس کے روایت بالمعنی الفاظ کے ساتھ صحیح تسلیم کرتے ہیں۔

چنانچہ حافظ جمال الدین الزیلعیؒ (م ۷۶۲ھ) فرماتے ہیں کہ

وقال ابن القطان في كتابه الوهم والإيهام: ذكر الترمذي عن ابن المبارك أنه قال: حديث وكيع لا يصح، والذي عندي أنه صحيح، وإنما النكر فيه على وكيع زيادة: ثم لا يعود، وقالوا: إنه كان يقولها من قبل نفسه، وتارة لم يقلها، وتارة أتبعها الحديث، كأنها من كلام ابن مسعود، وكذلك قال الدارقطني: إنه حديث صحيح، إلا هذه اللفظة، وكذلك قال أحمد بن حنبل وغيره۔(**نصب الرایۃ:** ج ۱: ص ۳۹۵، نیز دیکھئے **بیان الوهم:** ج ۳: ص ۳۶۶)

ایک اور جگہ حافظ ابن القطان الفاسیؒ (م ۶۲۳ھ) کہتے ہیں کہ ''**وذكر: فلم يرفع يديه إلا في أول مرة وضعفه، وهو عند طائفة صحيح**''۔(**بیان الوهم:** ج ۵: ص ۶۹۰)،

اور حافظ ابن القیم الجوزیہؒ (م ۷۵۱ھ) بھی فرماتے ہیں کہ

وهذا الحديث روي بأربعة ألفاظ:

أحدها قوله فرفع يديه في أول مرة ثم لم يعد

والثانية فلم يرفع يديه إلا مرة

والثالثة فرفع يديه في أول مرة لم يذكر سواها

والرابعة فرفع يديه مرة واحدة والإدراج ممكن في قوله ثم لم يعد وأما باقيها فإما أن يكون قد روي بالمعنى وإما أن يكون صحيحا۔ (تہذیب السنن لابن القیم: ج۱: ص ۳۷۸-۳۷۹)

لہذا "فلم يرفع يديه إلا في أول مرة" کے الفاظ کے ساتھ، امام احمدؒ (م ۲۴۱ھ) وغیرہ محدثین کے نزدیک، یہ حدیث صحیح ہے اور اعتراض صرف "ثم لا یعود" کے الفاظ پر ہے، جس کے بغیر بھی ترک رفع ثابت ہوتا ہے۔ واللہ اعلم

- نیز اس حدیثِ رفع میں "ثم لا یعود" کے الفاظ نقل کرنے میں امام وکیع بن الجراح رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۹۷ھ) منفرد نہیں ہے، بلکہ ان کے متابع میں موجود، امام عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۸۱ھ)، عبید اللہ بن عبید الرحمٰن الاشجعیؒ (م ۱۸۲ھ)، ابوحذیفۃ، موسیٰ بن مسعود النہدیؒ (م بعد ۲۲۰ھ) وغیرہ نے بھی اس حدیثِ رفع میں "ثم لا یعود" کے الفاظ نقل کیا ہیں۔ (دیکھئے سنن النسائی ج ۱ ص ۱۵۸، حدیث نمبر ۱۰۲۶، الخلافیات للبیہقی: ج ۲: ص ۳۵۸)،

لہٰذا باصول محدثین، امام وکیعؒ (م ۱۹۷ھ) پر "ثم لا یعود" کے نقل کے تفرد کا الزام کمزور ہے۔

امام ابوحاتم الرازی رحمۃ اللہ علیہ (م ۲۷۷ھ) کی جرح کا جواب:

زبیر علی زئی صاحب، زیر بحث ابن مسعود رضی اللہ عنہ مرفوع فعلی کے متعلق لکھتے ہیں:

امام ابوحاتم رازی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا " هذا خطأ يقال وهم الثوری فقد رواه جماعة عن عاصم وقالوا كلهم ان النبی ﷺ افتتح فرفع يديه ثم ركع فطبق و جعلها بين الركبتين و لم يقل احد ماروى الثوری "۔

یہ حدیث خطاء ہے، کہا جاتا ہے کہ (سفیان) ثوری کو اس (کے اختصار) میں وہم ہوا ہے، کیونکہ ایک جماعت نے اس کو عاصم بن کلیب سے ان الفاظ کے ساتھ بیان کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز شروع کی، پس ہاتھ اٹھائے، پھر رکوع

کیا، اور تطبیق کی اور اپنے ہاتھوں کو گھٹنوں کے درمیان رکھا۔ کسی دوسرے نے ثوری والی بات بیان نہیں کی ہے۔ (**نور العینین: ص ۱۳۱**)

الجواب:

امام ابن ابی حاتم رازی رحمۃ اللہ علیہ (م ۳۲۷ھ) فرماتے ہیں:

''وسالت ابی عن حدیث رواہ الثوری عن عاصم بن کلیب بن عبدالرحمن بن الاسود عن علقمة عن عبداللہ ان النبی ﷺ قام فکبر فرفع یدیہ ثم لم یعد قال ابی ھٰذا خطأیقال وھم فیہ الثوری۔۔۔الخ''۔ (علل الحدیث: ج ۲: ص ۱۲۳-۱۲۴، رقم ۲۵۸)

- کتاب العلل لابن ابی حاتم کی عبارت کے اس ابتدائی حصہ سے واضح ہو گیا کہ امام ابو حاتم رازی رحمۃ اللہ علیہ کا مذکورہ بالا اعتراض سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی **''قولی حدیث''** پر ہے، نہ کہ فعلی پر۔

آسان لفظوں میں یوں سمجھئے کہ امام ابو حاتم رازی رحمۃ اللہ علیہ (م ۲۷۷ھ) نے جس روایت میں مروی لفظ **''ثم لم یعد''** کو وہم قرار دیا ہے، وہ روایت اور ہے اور جس روایت سے ہم نے استدلال کیا ہے وہ اور ہے۔

مگر زبیر صاحب نے العلل کی عبارت کے ابتدائی حصہ کو حذف کر کے سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی قولی (یعنی کسی اور) روایت پر مورود اعتراض کو سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی فعلی (یعنی ہماری مستدل) حدیث پر فٹ کر دیا ہے، (اللہ تعالی ان کی غلطی معاف فرمائے۔۔آمین)

- اگر بقول فریق مخالف تسلیم بھی کر لیا جائے کہ مذکورہ بالا اعتراض، ابن مسعودؓ کی مرفوع فعلی حدیث پر ہے۔تو جواب میں عرض ہے کہ امام ابو حاتم رازی رحمۃ اللہ علیہ (م ۲۷۷ھ) فرماتے ہیں **''یقال وھم فیہ الثوری''** کہ کہا جاتا ہے کہ اس حدیث میں ثم لم یعد کی زیادتی نقل کرنے میں امام سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کو وہم ہوا ہے۔

غور فرمائیں! امام ابو حاتم الرازیؒ (م ۲۷۷ھ) نے صیغہ تمریض کے ساتھ کہا کہ **''وھم فیہ الثوری''**، کما مر۔لہذا **''وھم فیہ الثوری''** کہنے والا [فاعل] کون ہے؟ اس کا کوئی پتہ نہیں۔

لہذا یہ جرح ہی کمزور ہے۔واللہ اعلم

- پھر اگر فاعل کا تعین ہو بھی جائے تب بھی جرح کمزور ہی ہو گی، کیونکہ عاصم بن کلیب سے، یہ روایت نقل کرنے میں

سفیان الثوریؒ (م ۱۶۱؁ھ) کے متابع میں ابوبکر النھشلیؒ (م ۱۶۶؁ھ) اور خود عبداللہ بن ادریس رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۹۲؁ھ) ہیں۔

پھر ان کے متابع میں ثقہ، حافظ، امام ابوحنیفہؒ (م ۱۵۰؁ھ) اور محمد بن جابر الیمامیؒ (م بعد ۱۷۰؁ھ) موجود بھی ہیں،

نیز امام ثوریؒ (م ۱۶۱؁ھ) کی ولادت [۹۷ھ] سے پہلے، [۹۶ھ] میں فوت ہونے والا، **اعلم الناس بعبد اللہ وبرایه وبفتیاہ، وباصحاب عبد اللہ**، ثقہ، حافظ، امام ابراہیم النخعیؒ نے ابن مسعودؓ سے یہی ترک رفع کی روایت بیان کی ہے۔

(تفصیل کے لئے دیکھئے مجلہ الاجماع: ش۲۶: ص۱۷-۳۵)

لہذا اس کے بعد، بھی اس روایت کو ثوریؒ (م ۱۶۱؁ھ) کا وہم قرار دینا، غیر صحیح اور غلط ہوگا۔ واللہ اعلم

- ائمہ کی جروحات دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ائمہ علل اس حدیث کی علت پر متفق نہیں ہیں، چنانچہ

* امام احمدؒ (م ۲۴۱؁ھ) کے نزدیک، **"ثم لا یعود"** کی زیادتی وکیع کی وجہ سے واقع ہوئی ہے، اور مگر امام وکیعؒ (م ۱۹۷؁ھ) کے متابعین موجود ہیں، جیسا کہ گزر چکا۔

* اور امام ابو الحسن الدارقطنیؒ (م ۳۸۵؁ھ) نے وکیع کے بجائے، وکیع کے اصحاب سے **"ثم لا یعود"** کی زیادتی واقع ہونے کا امکان ظاہر کیا ہے، مگر یہ رائے بھی مرجوح ہے، جیسا کہ تفصیل آگے آرہی ہے۔

* اگر فاعل کا تعین ہوجائے، تو ابو حاتم الرازیؒ (م ۲۷۷؁ھ) کی اس عبارت میں ہے کہ **"ثم لا یعود"** کی زیادتی کو ثوری کا وہم کہا گیا ہے، جب کہ سفیان الثوریؒ (م ۱۶۱؁ھ) بھی، اس کو نقل کرنے منفرد نہیں ہے، کما مر۔

لہذا جب ائمہ علل ہی، اس حدیث کی علت پر متفق نہیں ہیں، تو ان کا یہ اختلاف، ان کے اعتراضات کو کمزور کر دیتا ہے اور جس کی وجہ سے، فیصلہ، اس حدیث کی صحت کا ہوگا، کیونکہ اس کے تمام روات ثقہ ہیں، جیسا کہ حافظ ابو محمد الزیلعیؒ (م ۷۶۲؁ھ) نے کہا ہے۔ چنانچہ ان کے الفاظ یہ ہیں:

فالبخاري. وأبو حاتم جعلا الوهم فيه من سفيان. وابن القطان، وغيره يجعلون الوهم فيه من وكيع، وهذا الاختلاف يؤدي إلى طرح القولين، والرجوع إلى صحة الحديث لوروده عن الثقات۔ (نصب الرایہ: ج۱: ص۳۹۵-۳۹۶)

لہذا اس حدیث کی علت پر، ائمہ علل کا اختلاف ہونے کی وجہ سے، فیصلہ اس حدیث کی صحت کا ہوگا۔ واللہ اعلم

امام ابوالحسن الدارقطنی رحمۃ اللہ علیہ (م ۳۸۵ھ) کی جرح کا جواب:

زبیر علی زئی لکھتے ہیں:

الامام الدارقطنی نے اسے غیر محفوظ قرار دیا۔ (نور العینین: ص ۱۳۱)

الجواب:

- امام دارقطنی رحمۃ اللہ علیہ کی اصل عبارت ملاحظہ ہو:

''و اسناده صحيح و فيه لفظة ليست بمحفوظة ذكرها ابو حذيفة فى حديثه عن الثورى وهى قوله ثم لم يعد''۔ (العلل الواردة: ج ۵ ص ۱۷۲ رقم ۸۰۴)

اس واضح وصاف عبارت سے معلوم ہوا کہ امام دارقطنی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک صرف اور صرف لفظ ثم لا یعود غیر محفوظ ہے، لیکن اس کے بغیر بھی احناف کا دعوی ثابت ہو جاتا ہے، کما مر۔

مگر زبیر صاحب نے صرف اور صرف امام موصوف کے ایک لفظ ''ثم لا یعود'' پر کی ہوئی جرح کو پوری حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ پر فٹ کر دیا ہے۔ حالانکہ امام موصوف تو حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ کو لفظ ثم لا یعود کے بغیر صحیح قرار دینے والوں میں سے ہیں۔ یعنی حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ ''فصلی فلم یرفع یدیہ الا فی اوّل مرۃ'' اور اس کے بالمعنی الفاظ کے ساتھ، ان کے نزدیک صحیح ہے، جیسا کہ حافظ ابن قطان الفاسیؒ (م ۶۲۸ھ) اور حافظ ابن القیمؒ (م ۷۵۱ھ) کے حوالے گزر چکے۔

اور حافظ ابوعبداللہ الزرکشیؒ (م ۷۹۴ھ) نے بھی کہا: **''ونقل الاتفاق ليس بجيد فقد صححه ابن حزم والدارقطني وابن القطان وغيرهم وبوب عليه النسائي الرخصة في ترك ذلك''۔ (اللآلىء المصنوعة في الأحاديث الموضوعة: ج ۲: ص ۱۸)**،

حافظ ابن حجر عسقلانیؒ (م ۸۵۲ھ) نے بھی اشارہ کیا ہے کہ **''وقد صححه بعض أهل الحديث لكنه استدل به على عدم الوجوب''۔ (فتح الباری: ج ۲: ص ۲۲۰)**

لہذا امام دارقطنی رحمۃ اللہ علیہ (م ۳۸۵ھ) کے نزدیک، حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ **''فصلی فلم یرفع یدیہ الا فی اوّل مرۃ''** اور اس کے بالمعنی الفاظ صحیح ہیں۔ واللہ اعلم

امام ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ (م ۳۵۴ھ) کی جرح کا جواب:

غیر مقلد عالم، زبیر علی زئی لکھتے ہیں:

حافظ ابن حبان نے کتاب الصلوٰۃ میں کہا ہے:

'' هو في الحقيقة اضعف شئي يعول عليه لان له عللاً تبطله ''

یہ روایت حقیقت میں سب سے زیادہ ضعیف ہے کیونکہ اس کی علتیں ہیں جو اسے باطل قرار دیتی ہیں۔ (التلخیص الحبیر: ج ۱: ص ۲۲۲ ح ۳۲۸، البدر المنیر: ج ۳: ص ۴۹۴) [نور العینین: ص ۱۳۱]

الجواب:

- حافظ ابن حبانؒ (م ۳۵۴ھ) کی یہ جرح، غیر مفسر غیر مبین السبب ہے، لہذا مقبول نہیں ہے۔

ایک بات:

زبیر علی زئی صاحب نے یہاں پر، بحوالہ التلخیص الحبیر اور البدر المنیر، حافظ ابن حبانؒ کی کتاب الصلوٰۃ - جو کہ فی الحال مفقود ہے - سے عبارت نقل کرتے ہوئے، دلیل پکڑی ہے۔ مگر موصوف کے خلاف میں جب امام محمدؒ (م ۱۸۹ھ) کی توثیق میں نصب الرایہ سے، امام دارقطنیؒ (م ۳۸۵ھ) کی کتاب غرائب مالک سے ایک حوالہ نقل کیا گیا، تو موصوف تبصرہ کرتے ہیں کہ

نصب الرایہ للزیلعی میں امام دارقطنی کی کتاب غرائب مالک سے ایک قول کانٹ چھانٹ کر نقل کیا گیا ہے جب تک اصل کتاب ''غرائب مالک'' یا اس سے منقول پوری عبارت نہ دیکھی جائے، اس متبور (آدھ کٹے) قول سے استدلال صحیح نہیں ہے۔ **(الحدیث: ص ۱۸، ش نمبر ۷)**

* ایک اور جگہ کہتے ہیں کہ

یہ حوالہ کئی وجہ سے مردود ہے۔۔۔۔ اصل کتاب غرائب مالک موجود نہیں ہے تاکہ زیلعی کے دعوے کی تصدیق کی جاسکے۔ **(الحدیث: ص ۲۷، ش نمبر ۵۵)**

اللہ تعالیٰ ان کی غلطی کو معاف فرمائے۔۔۔ آمین۔

امام ابوداود رحمۃ اللہ علیہ (م ۲۷۵ھ) کی طرف منسوب جرح کا جواب:

زبیر صاحب نے حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے جارحین میں امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ کو بھی شمار کیا ہے اور امام موصوف سے اعتراض یہ نقل کیا ہے کہ یہ حدیث مختصر ہے لمبی حدیث سے اور یہ اس لفظ پر صحیح نہیں۔ (**ملخصاً نور العینین ص ۱۳۱،۱۳۲**)

الجواب:

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ سے منسوب جرح کی حقیقت معلوم کرنے سے پہلے، یہ بات ذہن نشین کرلیں تاکہ اگلی بات سمجھنے میں دقت نہ ہو۔

- امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے سنن ابی داؤد کو کم وبیش تقریباً (۳۵) پینتیس مرتبہ اپنے شاگردوں کو املاء کروایا ہے ان میں امام موصوف کے بعض شاگرد قدیم ہیں اور بعض متاخر ہیں، امام موصوف سے درج ذیل ان کے شاگردوں نے سنن ابی داود روایت کی ہے۔

امام ابوالحسن علی بن حسن بن عبدالانصاری رحمۃ اللہ علیہ (م ۳۲۸ھ)۔

ابوعیسیٰ اسحاق بن موسیٰ بن سعید الرملی الوراق رحمۃ اللہ علیہ (م ۳۲۰ھ)۔

ابوالطیب احمد بن ابراہیم بن عبدالرحمن ابن الاشانی رحمۃ اللہ علیہ۔

ابوبکر احمد بن سلمان النجاد الفقیہ (م ۳۴۸ھ)۔

ابوسعید احمد بن محمد بن سعید بن زیاد ابن الاعرابی رحمۃ اللہ علیہ (م ۳۴۱ھ)۔

ابوبکر محمد بن بکر بن عبدالرزاق بن داسۃ التمار رحمۃ اللہ علیہ (م ۳۴۶ھ)۔

ابوعلی محمد بن احمد بن عمرو اللولوی رحمۃ اللہ علیہ (م ۳۳۳ھ)۔

ان میں ابتدائی تین امام موصوف کے قدیم اور باقی آخری چار متاخر شاگرد ہیں۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے حافظ ابوعلی محمد بن احمد بن عمرو اللولویؒ (م ۳۳۳ھ) کو محرم ۲۷۵ھ میں سنن ابی داود املاء کروائی تھی، اور شوال ۲۷۵ھ میں ہی امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ کا انتقال ہوگیا گویا امام لولوی رحمۃ اللہ علیہ نے امام موصوف سے ان کے وفات والے سال سنن کا سماع کیا ہے، (لہٰذا حافظ لولوی رحمۃ اللہ علیہ (م ۳۳۳ھ) کا نسخہ متاخر و راجح ہے)۔

نیز امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ کے قدیمی شاگردوں کے نسخوں میں عموماً اور نسخہ ابن عبدالانصاری رحمۃ اللہ علیہ میں خصوصاً امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ کا روایات پر کلام ملتا ہے، لیکن امام موصوف نے اپنے وفات والے سال جب سنن ابی داؤد اپنے متاخر شاگرد حافظ ابوعلی محمد بن احمد بن عمر واللولوی رحمۃ اللہ علیہ (م ٣٣٣؁ھ) کو املاء کروائی تو امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے متعدد روایات پر اپنی کی ہوئی جروحات سے رجوع کرتے ہوئے، انہیں حذف کروادیا۔ (**دیکھئے حاشیہ سیر اعلام النبلاء از شعیب الارناؤوط: ج ٣ ص ٢٠٦، مقدمہ عون المعبود شرح سنن ابی داؤد: ج ١: ص ٥٨، سیر اعلام النبلاء: ج ١٥ ص ٣٠٧، شرح سنن ابی داؤد للعینی رحمۃ اللہ علیہ: ج ١: ص ٣٤، التقیید لابن نقطۃ رحمۃ اللہ علیہ: ج ١: ص ٣٣، فتاویٰ حدیثیہ: ج ١: ص ٤٠، ملئ العیبۃ ج ٥ ص ٢٤١، النکت: ج ١: ص ٣٤٢، تاریخ بغداد: ج ٩: ص ٥٩، حاشیہ سنن ابی داؤد: ج ١: ص ٢**)

مذکورہ گذارش کے بعد عرض ہے کہ سنن ابی داؤد کے حافظ ابوعلی محمد بن احمد بن عمر واللولوی رحمۃ اللہ علیہ (م ٣٣٣؁ھ) کے کسی بھی قابل اعتبار قدیمی نسخہ لولوی میں یہ جرح موجود نہیں ہے۔

لہذا اس جرح کو امام ابوداودؒ (م ٢٧٥؁ھ) کی طرف منسوب کرنا، مرجوح ہوگا۔ واللہ اعلم

امام یحییٰ بن آدم رحمۃ اللہ علیہ (م ٢٠٣؁ھ) سے منسوب جرح کی حقیقت:

زبیر صاحب نے امام یحییٰ بن آدم کو بھی حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے جارحین میں شمار کیا ہے۔ (**نور العینین: ص ١٣٣**)

الجواب:

امام یحییٰ بن آدم رحمۃ اللہ علیہ (م ٢٠٣؁ھ) سے جرح کا کوئی ادنیٰ سا لفظ بھی حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ پر منقول نہیں ہے۔ اگر امام موصوف سے جرح کا کوئی ادنیٰ سا لفظ بھی منقول ہوتا تو زبیر صاحب وہ لفظ ضرور درج کرتے۔ چنانچہ **التلخیص الحبیر** میں ہے کہ

’’**وقال أحمد بن حنبل وشيخه يحيى بن آدم: هو ضعيف نقله البخاري عنهما وتابعهما على ذلك**‘‘۔ (**ج ١: ص ٥٤٦**)

جب کہ جزء رفع الیدین میں ہے کہ ’’**وقال أحمد بن حنبل: عن يحيى بن آدم قال: نظرت في كتاب عبد الله**

بن إدريس عن عاصم بن كليب ليس فيه: ثم لم يعد، فهذا أصح لأن الكتاب أحفظ ''۔(رقم ۳۱)

غور فرمائیں! یحیی بن آدمؒ (م۲۰۳ھ) نے ابن مسعودؓ کی روایت پر کوئی جرح نہیں کی۔ بلکہ ابن ادریس کی کتاب میں عاصم بن کلیب سے مروی روایت میں ''**ثم لم يعد**'' کے الفاظ کے عدم وجود کی بات کی ہے۔

لہذا ان کو زیر بحث حدیث کے مضعفین میں شمار کرنا غلط ہے۔ واللہ اعلم

امام ابوبکر البزار رحمۃ اللہ علیہ (م۲۹۲ھ) کی طرف منسوب جرح کی حقیقت:

زبیر صاحب کہتے ہیں کہ ابوبکر احمد بن عمرو البزار (م۲۹۲ھ) نے اس حدیث پر جرح کی ہے۔(**دیکھئے نور العینین ص:۱۳۳**)

الجواب:

امام ابوبکر البزارؒ (م۲۹۲ھ) فرماتے ہیں کہ

حدثنا عبد الله بن سعيد، و محمد بن العباس الضبعي، قالا: نا عبد الله بن إدريس، عن عاصم بن كليب، عن عبد الرحمن بن الأسود، عن علقمة، عن عبد الله أنه قال: ألا أريكم صلاة رسول الله صلى الله عليه و سلم »فكبر و رفع يديه حين افتتح الصلاة، فلما ركع طبق يديه و جعلهما بين فخذيه، فلما صلى قال: هكذا فعل رسول الله صلى الله عليه و سلم، و هذا الحديث رواه عاصم بن كليب، و عاصم في حديثه اضطراب، و لا سيما في حديث الرفع ذكره عن عبد الرحمن بن الأسود، عن علقمة، عن عبد الله أنه رفع يديه في أول تكبيرة۔(مسند البزار: ج۵: ص۴۶)

- غور فرمائیں! ابوبکر البزارؒ (م۲۹۲ھ) نے یہاں پر ابن ادریس عن عاصم بن کلیب کے طریق پر جرح کی ہے، نہ کہ سفیان عن عاصم بن کلیب کے طریق پر۔

لہذا زبیر صاحب کا امام بزارؒ (م۲۹۲ھ) کو ترکِ رفع کے مضعفین میں شمار کرنا مردود ہے۔

- اگر بطور اسرار مان لیا جائے، تو پھر جیسا کہ گزر چکا کہ ائمہ علل خود، اس حدیث کے علت پر متفق نہیں ہیں، کسی کی رائے میں یہ سفیان کی غلطی ہے، کسی کے نزدیک، وکیعؒ کا وہم ہے، دارقطنی کے یہاں وکیع کے اصحاب کا وہم ہے۔ اب امام

بزارؒ (م۲۹۲ھ) کہتے ہیں کہ اس حدیث میں عاصم بن کلیب کا اضطراب ہے، جب کہ وہ تو صحیح مسلم کے راوی اور ثقہ ہیں۔ **(دیکھئے ص:)**

لہذا ان کو مضطرب کہنا محل نظر ہے۔ واللہ اعلم

نیز ان کے متابع میں ثقہ، حافظ حماد بن ابی سلیمانؒ (م۱۲۰ھ)، ثقہ، امام حصین بن عبد الرحمٰن السلمیؒ (م۱۳۶ھ) اور ثقہ، حافظ مغیرۃ بن مقسمؒ (م۱۳۶ھ) وغیرہ موجود ہیں۔ **(دیکھئے مجلہ الاجماع: ش۲۶: ص۱۷-۲۸)**

لہذا یہ اختلاف، اس حدیث کے معلل کہنے والوں کی رائے کو کمزور کر دیتا ہے۔

امام محمد بن وضاح رحمۃ اللہ علیہ (م۲۸۹ھ) کی جرح کی حقیقت:

حافظ محمد بن وضاح (م۲۸۹ھ) نے ترکِ رفع یدین کی تمام احادیث کو ضعیف کہا۔ **(دیکھئے نور العینین ص: ۱۳۳)**

الجواب:

حافظ ابن عبد البر الاندلسیؒ (م۴۶۳ھ) کہتے ہیں کہ

حدثنا أحمد بن محمد بن أحمد حدثنا أحمد بن سعيد حدثنا سعيد بن عثمان قال سمعت محمد بن وضاح يقول الأحاديث التي تروى عن النبي صلى الله عليه وسلم في رفع اليدين ثم لا يعود ضعيفة كلها۔ (التمهيد : ج۹: ص۲۲۱)،

- اور یہ جرح غیر مفسر اور غیر مبین السبب ہونے کی وجہ سے مقبول نہیں۔ **(دیکھئے ص: ۴)**
- پھر حافظ محمد بن وضاح (م۲۸۹ھ) نے حضور ﷺ سے مروی مرفوع قولی حدیث کے بارے میں کہا ہے کہ وہ تمام ضعیف ہیں، جب کہ یہاں استدلال مرفوع فعلی حدیث سے ہے، جس کی تفصیل گزر چکی۔

لہذا حافظ ابن وضاح (م۲۸۹ھ) کی جرح سے ابن مسعودؓ کی مرفوع فعلی حدیث پر کوئی فرق نہیں پڑھتا، واللہ اعلم

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ (م۲۵۶ھ) کی جرح کی حقیقت:

زبیر علی زئی صاحب نے حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے جارحین میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو بھی شمار کیا ہے۔

اوراس پر تین حوالے پیش کیے ہیں ۔(نور العینین :ص ۱۳۳)

الجواب:

امام احمد بن حنبلؒ (م ۲۴۱ھ) کی جرح کے جواب کے تحت، امام بخاریؒ (م ۲۵۶ھ) کی جرح کا بھی جواب بھی گزر چکا کہ اصل کتاب جزء رفع یدین کی سند کے بنیادی راوی محمود بن اسحاق الخزاعی کی اسلام کی چار صدیوں میں کسی ایک محدث نے بھی صراحتا توثیق نہیں کی ۔(فیما اعلم)

- پھر ثقہ، حافظ، حجت، فقیہ، عابد کی زیادتی، ثقہ، فقیہ، عابد کے مقابلے میں مقدم ہوتی ہے، لہذا ان پر ثقہ، فقیہ، عابد کی کتاب کو ترجیح دینا مرجوح ہوگا، جیسا کہ تفصیل گزر چکی ۔(دیکھئے ص: ۹ تا ۱۳)

حافظ ابن القطان الفاسی رحمۃ اللہ علیہ (م ۶۲۸ھ) کی جرح کی حقیقت:

زبیر صاحب کہتے ہیں کہ ابن القطان الفاسی (م ۶۲۸ھ) سے زیلعی حنفی نے نقل کیا کہ انھوں نے اس زیادت (دوبارہ نہ کرنے) کو خطا قرار دیا ۔[نصب الرایہ]

مجھے یہ کلام بیان الوہم والایہام میں نہیں ملا، تاہم اشارہ ضرور ملتا ہے ۔(دیکھئے نور العینین :ص ۱۳۳)

الجواب:

حافظ ابن القطان الفاسی رحمۃ اللہ علیہ (م ۶۲۸ھ) کو حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے جارحین میں ذکر کرنا سراسر غلط ہے ۔کیونکہ لفظ ثم لا یعود کے علاوہ فصلی فلم یرفع یدیہ الا فی اوّل مرۃ اوراس کے بالمعنی الفاظ کے ساتھ یہ حدیث حافظ ابن القطان الفاسی رحمۃ اللہ علیہ (م ۶۲۸ھ) کے نزدیک صحیح ہے چنانچہ وہ فرماتے ہیں:

''فأما الحديث دونها فصحيح كما قال الدار قطني''۔(بیان الوہم والایہام: ج ۳: ص ۳۶۶)

ایک جگہ کہتے ہیں کہ

''والحديث عندي لعدالة رواته اقرب الى الصحة''۔

یہ حدیث عادل راویوں سے مروی ہونے کی وجہ سے میرے نزدیک صحیح ہے ۔(**بیان الوہم والایہام: ج ۳: ص ۳۶۷**)

- ایک اور جگہ خود حافظ اشبیلیؒ (م ٥٨١ھ) کے رد میں کہتے ہیں کہ ''وذكر: فلم يرفع يديه إلا في أول مرة وضعفه، وهو عند طائفة صحيح''۔(بیان الوهم: ج ٥: ص ٦٩٠)،

لہٰذا حافظ ابن القطان الفاسیؒ (م ٦٢٨ھ) کا یہاں نام لینا درست نہیں کیونکہ وہ تو اس حدیث کو صحیح کہنے والوں میں سے ہیں نہ کہ ضعیف کہنے والوں میں سے۔

دیگر ائمہ کی جروحات کی حقیقت:

آگے زبیر علی زئی صاحب لکھتے ہیں کہ

عبدالحق الاشبیلی نے کہا: ''لا يصح''۔[الاحکام الوسطی]

ابن الملقن (م ٨٠٤ھ) نے اسے ضعیف کہا۔[البدر المنیر]

الحاکم (م ٤٠٥ھ)۔[الخلافیات بحوالہ البدر المنیر]

النووی (م ٦٧٠ھ) نے کہا: ''اتفقوا على تضعيفه''۔یعنی امام ترمذی کے علاوہ سب متقدمین کا اس حدیث کے ضعیف ہونے پر اتفاق ہے۔[خلاصۃ الاحکام]

الدارمی (م ٢٨٠ھ) بحوالہ تہذیب السنن للحافظ ابن قیم الجوزیۃ۔[یہ حوالہ مجھے باسند صحیح نہیں ملا]

البیہقی (م ٤٥٨ھ) بحوالہ تہذیب السنن للحافظ ابن قیم الجوزیۃ وشرح المہذب للنووی۔[یہ حوالہ بھی مجھے باسند صحیح نہیں ملا]

محمد بن نصر المروزی (م ٢٩٤) بحوالہ نصب الرایہ والاحکام الوسطی لعبدالحق الاشبیلی۔

ابن قدامہ المقدسی (م ٦٢٠) نے کہا: ''ضعیف''۔[المغنی]

قرطبی نے بھی حدیث ابن مسعود وحدیث براء کو غیر صحیح کہا۔[المفہم]،(نور العینین: ص ١٣٣ - ١٣٤)

الجواب:

- حافظ عبدالحق الاشبیلیؒ (م ٥٨١ھ) کہتے ہیں کہ ''وقال أبو داود عن علقمة قال: قال عبد الله: ألا أصلي بكم صلاة رسول الله - صلى الله عليه وسلم -، قال: فصلى فلم يرفع يديه إلا مرة۔ وقال الترمذي: إلا في أول مرة۔

وهذا أيضًا لا يصح، وقد ذكر علته وبينها أبو عبد الله المروزي في كتاب رفع اليدين''۔(الاحکام الوسطی: ج ۱: ص ۳۶۷)

یعنی حافظ عبدالحق الاشبیلیؒ (م ۵۸۱ھ) کی جرح کی بنیاد، حافظ ابوعبداللہ المروزیؒ (م ۲۹۴ھ) کی بیان کردہ علت پر ہے اور حافظ ابوعبداللہ المروزیؒ (م ۲۹۴ھ) کا اعتراض صرف ''ثم لا یعود'' کے الفاظ پر ہے، چنانچہ حافظ ابن القطان الفاسیؒ (م ۶۲۸ھ)، ان کے رد میں کہتے ہیں کہ

وأبو عبد الله المروزي، الذي توهم أبو محمد: عبد الحق أنه ضعف الحديث المذكور، إنما اعتنى بتضعيف هذه اللفظة، وكذلك أحمد بن حنبل وغيره۔(بیان الوہم: ج ۳: ص ۳۶۵-۳۶۶)

ایک اور جگہ، ان کے رد میں کہتے ہیں کہ ''وذكر: فلم يرفع يديه إلا في أول مرة وضعفه، وهو عند طائفة صحيح''۔(بيان الوهم: ج ۵: ص ۶۹۰)،

لہذا حافظ ابوعبداللہ المروزیؒ (م ۲۹۴ھ) کا اعتراض صرف ''ثم لا یعود'' کے الفاظ پر ہے، اور احناف کا دعوی ''ثم لا یعود'' کے الفاظ کے بغیر بھی ثابت ہے، جیسا کہ تفصیل گزر چکی۔

الغرض حافظ عبدالحق الاشبیلیؒ (م ۵۸۱ھ) کی جرح، غیر صحیح اور کمزور ہے۔واللہ اعلم

- حافظ ابن الملقن (م ۸۰۴ھ)، حافظ ابن قدامہؒ (م ۶۲۰ھ) اور امام ابوالعباس القرطبیؒ (م ۶۵۶ھ) کی جروحات غیر مفسر اور غیر مبین السبب ہونے کی وجہ سے مقبول نہیں۔(دیکھئے ص: ۴)
- صاحب المستدرک، امام ابوعبداللہ الحاکمؒ (م ۴۰۵ھ) کہتے ہیں کہ

''إن حديث الثوري عن عاصم بن كليب مختصر من أصله، وعاصم بن كليب لم يخرج حديثه في الصحيح؛ وذلك أنه كان يختصر الأخبار يؤديها على المعنى، وهذه اللفظة: "لم يعد" غير محفوظة في الخبر''۔(الخلافیات: ج ۲: ص ۳۶۰)

تفصیل گزر چکی کہ ثقہ، حافظ، حجت، فقیہ، عابد کی زیادتی مقبول ہوتی ہیں اور عاصم بن کلیبؒ (م قبل ۱۴۰ھ) صحیح مسلم کے راوی اور ثقہ ہیں، لہذا بخاری کے راوی، نہ ہونے کی وجہ سے، ان کی روایت کی صحت میں کوئی فرق نہیں آئے گا۔

اور پھر احناف کا دعوی ''ثم لا یعود'' کے الفاظ کے بغیر بھی ثابت ہے، جیسا کہ تفصیل گزر چکی۔

لہذا امام الحاکمؒ (م ۴۰۵ھ) کی جرح بھی کمزور ہے۔ واللہ اعلم

- امام محی الدین النوویؒ (م ۶۷۶ھ) کا یہ کہنا کہ محدثین نے اس حدیث کو متفقہ طور پر ضعیف قرار دیا ہے، محل نظر ہے، یہی وجہ ہے کہ حافظ ابوعبداللہ الزرکشیؒ (م ۷۹۴ھ) نے کہا: ''و نقل الاتفاق ليس بجيد فقد صححه ابن حزم و الدارقطني و ابن القطان و غيرهم و بوب عليه النسائي الرخصة في ترك ذلك''۔ (اللآلیء المصنوعة في الأحاديث الموضوعة: ج ۲: ص ۱۸)،

حافظ ابن حجر عسقلانیؒ (م ۸۵۲ھ) کہتے ہیں کہ ''و قد صححه بعض أهل الحديث لكنه استدل به على عدم الوجوب''۔ (فتح الباری: ج ۲: ص ۲۲۰)

نیز محدثین کی ایک جماعت نے حدیثِ ابن مسعود کی تصحیح و تحسین کی ہے، تفصیل کے لئے دیکھئے **مجلہ الاجماع: ش ۲۶: ص ۳۰**۔

لہذا امام محی الدین النوویؒ (م ۶۷۶ھ) کی رائے مرجوح ہے۔ واللہ اعلم

- حافظ ابوعبداللہ المروزیؒ (م ۲۹۴ھ) کی جرح کا جواب بھی گزر چکا کہ ان کا اعتراض صرف ''ثم لا يعود'' کے الفاظ پر ہے جس کے بغیر بھی احناف کا دعوی ثابت ہے، والحمد للہ۔

ایک عبارت اور اس کا جواب:

ائمہ کے نام ذکر کرنے بعد، زبیر علی زئی صاحب لکھتے ہیں کہ

یہ سب امتِ مسلمہ کے مشہور علماء تھے۔ ان کا **اس روایت کو متفقہ طور** پر ضعیف و معلول قرار دینا، [۱] ترمذی و ابن

(۱) قارئین! جیسا کہ تفصیل گزر چکی کہ جن علماء کے نام زبیر علی زئی صاحب لکھے ہیں، ان میں اکثر کا اعتراض تو صرف الفاظ ''ثم لا يعود'' پر ہے، جن سے احناف کا استدلال ہی نہیں ہے اور بعض نے مثلاً ابن القطان الفاسی، دارقطنی، احمد بن حنبل رحمہ اللہ علیہم وغیرہ نے ''ثم لا يعود'' کے علاوہ، باقی حدیث کے الفاظ، مثلاً ''الا فی اول مرۃ'' وغیرہ، کو صحیح قرار دیا ہے، جیسا کہ ابن القیم، الزرکشی، الفاسی، الزیلعی اور حافظؒ کے حوالے گزر چکے۔

لہذا ابن مسعودؓ کی فعلی روایت کو متفقہ طور پر ضعیف و معلول کہنے والی بات صحیح نہیں ہے۔

حزم کی تصحیح پر مقدم ہے،[۱]،لہذا یہ حدیث بلا شک وشبہ ضعیف ہے۔

علل حدیث کے ماہر علماء، اگر ثقہ راویوں کی روایت کو ضعیف کہیں،تو ان کی تحقیق کو تسلیم کیا جائے گا، کیوں کہ وہ اس فن کے ماہر ہیں اور فنِ حدیث میں ان کی تحقیق حجت ہے۔[۲]

(۱) ترمذی اور ابن حزم کے علاوہ، ائمہ محدثین کی ''ایک جماعت'' نے بھی اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔(دیکھئے ص:۲۵)،

(۲) ان کا قول حجت اس وقت ہوگا، جب ان کے خلاف کوئی دلیل نہ ہو۔مگر جب علل حدیث کے ماہر علماء کے اقوال کے خلاف، دلیل مل جائے،تو ان کی بات مرجوح ہوگی۔یہی وجہ ہے کہ حافظ ابن عبدالہادیؒ (م ۷۴۲ھ) ''ابن ابی حاتم الرزی کی کتاب العلل'' پر تعلیقات تحریر کئے،جس میں کئی احادیث کو دلیل کی بنیاد پر صحیح اور علت سے پاک ثابت کیا ہے۔

لہذا دلیل کی بنیاد پر،علل حدیث کے ماہر علماء کے اقوال بھی مرجوح ثابت ہو سکتے ہیں۔

ہاں اگر کسی کو علل حدیث کے ماہر علماء کی تقلید ہی کرنی ہے،تو اور بات ہے!!!

شمارہ نمبر ۲۸

وَقُلْ جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ ۚ إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوقًا

اکتوبر / ۲۰۲۳

دوماہی مجلّہ

الاجماع

- صرف تکبیر تحریمہ کے وقت ہی، رفع الیدین کرنا مسنون ہے۔[قسط ۳]
- رفع یدین عند الرکوع منسوخ ہے۔

ناشر: الاجماع فاؤنڈیشن

فہرست مضامین

نوٹ:

حضرات! ہم نے حتی الامکان کوشش کی ہے کہ اس رسالہ میں کتابت (ٹائپنگ) کی کوئی غلطی نہ ہو، مگر بشریت کے تحت کوئی غلطی ہو جانا امکان سے باہر نہیں۔ اس لئے آنحضرات سے مؤدبانہ گذارش ہے کہ کتابت کی کسی غلطی پر مطلع ہوں تو اسے دامن عفو میں چھپانے کے بجائے ادارہ کو مطلع فرمادیں، تاکہ آئندہ اس کی اصلاح کی جاسکے۔ جزاکم اللہ خیراً

ہمارا نظریہ

ہمیں کسی سے عناد و دشمنی نہیں ہے، حدیث میں نماز کے سلسلے میں متعدد روایتیں آئی ہیں۔ ایک پر اگر غیر مقلدین عمل کرتے ہیں تو ان سے کیوں لڑا جائے، جب کہ وہ بھی حدیث میں آیا ہے۔ لیکن جب وہ حنفیوں کو طعنہ دیتے ہیں کہ یہ حدیث پر عمل نہیں کرتے قیاس پر عمل پیرا ہیں، تو اس وقت سوچو! کیسے خاموش رہا جائے اور یہ کیوں نہ بتایا جائے کہ حدیث پر تم سے زیادہ عمل کرنے والے ہم ہیں اور تم سے زیادہ حدیث جاننے والے ہم ہیں۔　　　-محدث ابوالمآثر، حبیب الرحمٰن اعظمیؒ (م ۱۴۱۲ھ)

بادلِ ناخواستہ

انتہائی افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ فرقہ اہل حدیث اور دوسرے باطل فرقے اپنی تعلیمات اپنے سننے والوں میں بیان کرنے کی بجائے ہمیشہ دوسروں پر، اکثر غیر مناسب انداز میں اعتراض کرنے کو ترجیح دیتا ہے اور اہل حق علماء کو گمراہ اور کافر کہنے تک سے گریز نہیں کرتے، جس سے فتنہ برپا ہوتا ہے۔ ان لوگوں کے اس فتنے کو بند باندھنے کیلئے بادل ناخواستہ قلم اٹھانا پڑتا ہے، ورنہ ملکی اور عالمی حالات اس بات کا تقاضہ کرتے ہیں کہ مسلمانوں کی صلاحیتں کہیں اور صرف ہوں۔

ادارہ: الاجماع فاؤنڈیشن

صرف تکبیر تحریمہ کے وقت ہی، رفع الیدین کرنا مسنون ہے۔ [قسط ۳]

کیا براء بن عازب ؓ کی روایت سے ترکِ رفع ثابت نہیں ہوتا؟؟؟

از: مولانا نیاز احمد اوکاڑوی حفظہ اللہ

اختصار و ترتیب و حاشیہ و اضافہ: مولانا نذیر الدین قاسمی

حدیث البراء میں بھی ''ثم لاتعوذ'' کے الفاظ کے بغیر، ترک رفع ثابت ہیں:

- حافظ المغرب، امام ابن عبد البرؒ (م ۴۶۳ھ) فرماتے ہیں کہ

المحفوظ في حديث يزيد بن أبي زياد عن ابن أبي ليلى عن البراء كان رسول الله صلى الله عليه وسلم إذا افتتح الصلاة رفع يديه في أول مرة وقال بعضهم فيه مرة واحدة وأما قول من قال فيه ثم لا يعود فخطأ عند أهل الحديث۔

یزید بن ابی زیادؒ، ابن ابی لیلیٰؒ عن براءؓ کی سند سے جو حدیث روایت کرتے ہیں، اس کے محفوظ الفاظ یہ ہیں کہ ''رسول اللہ ﷺ جب نماز شروع فرماتے تو پہلی مرتبہ میں اپنے دونوں ہاتھوں کو اٹھاتے''، اور بعض روات اس میں (پہلی مرتبہ کی بجائے) ''صرف ایک مرتبہ'' کے الفاظ نقل کرتے ہیں، البتہ جن راویوں نے اس حدیث میں ''پھر نہیں اٹھاتے'' کے الفاظ کہے ہیں وہ محدثین کے نزدیک درست نہیں۔ **(التمہید لابن عبد البر: ج ۹: ص ۲۲۰)**

اس سے صاف ظاہر ہے کہ حدیث البراء بن عازب کے سلسلے میں بھی ائمہ محدثین و اصحاب الحدیث کا اعتراض صرف ''**ثم لا يعود**'' کے الفاظ پر ہے، باقی ''**رفع يديه في أول مرة**'' یا ''**رفع يديه مرة واحدة**'' کے الفاظ، ائمہ محدثین و اصحاب الحدیث کے نزدیک صحیح اور علل و شذوز سے محفوظ ہیں۔

نوٹ:

حافظ ابن القطان الفاسیؒ (م ۶۲۸ھ) اور حافظ ابن القیم الجوزیہؒ (م ۷۵۱ھ) نے ابن مسعودؓ کی ترک رفع کی روایت کے بارے میں بھی یہی کہا تھا کہ محدثین کے نزدیک، اعتراض صرف ''**ثم لا يعود**'' کے الفاظ پر ہے، باقی ''**رفع يديه**

في أول مرة ''یا ''رفع یدیه مرة واحدة'' کے الفاظ، ان کے نزدیک صحیح ہیں۔ (دیکھئے مجلہ الاجماع: ش ۲۷: ص ۱۲-۱۳)

یعنی حدیث ابن مسعودؓ اور حدیث البراء بن عازبؓ کے سلسلے میں محدثین کا اعتراض صرف ''ثم لا یعود'' پر ہے، باقی ''رفع یدیه في أول مرة'' یا ''رفع یدیه مرة واحدة'' کے الفاظ، ان کے نزدیک صحیح اور علل وشذوذ سے محفوظ ہیں۔ واللہ اعلم

اور ابن مسعودؓ کی روایت کی طرح، براء بن عازب کی روایت میں بھی ''ثم لا یعود'' کے بغیر بھی ترک رفع ثابت ہیں۔ چنانچہ امام عبد الرزاق الصنعانیؒ (م ۲۱۱ھ) فرماتے ہیں کہ

عن ابن عيينة، عن يزيد، عن عبد الرحمن بن أبي ليلى، عن البراء بن عازب: قال: كان رسول الله صلى الله عليه وسلم إذا كبر رفع يديه حتى يرى إبهامه قريبا من أذنيه، مرة واحدة [ثم لا تعد لرفعها في تلك الصلاة]۔

حضرت براء بن عازبؓ کہتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ [نماز کے شروع میں] تکبیر کہتے، تو رفع یدین کرتے یہاں تک کہ آپ ﷺ کے انگوٹھے، آپ کے کانوں کے قریب ہوجاتے اور ایک ہی بار [رفع یدین] کرتے۔ (کتاب المصنف لعبد الرزاق: رقم ۲۵۳۱)

غور فرمائیں! ''ثم لا تعد لرفعها في تلك الصلاة'' کی زیادتی کے بغیر بھی، ترک رفع ثابت ہورہا ہے۔

سند کی تحقیق:

(۱)　امام عبد الرزاق الصنعانیؒ (م ۲۱۱ھ) صحیحین کے راوی اور ثقہ، حافظ، امام ہیں۔ (تحریر تقریب التہذیب: رقم ۴۰۶۴)

(۲)　سفیان بن عیینہؒ (م ۱۹۸ھ) بھی صحیحین کے راوی اور ثقہ، حافظ، حجت، امام ہیں۔ (تحریر تقریب التہذیب: رقم ۲۴۵۱)

(۳)　یزید بن ابی زیاد الکوفیؒ (م ۱۳۷ھ) صحیح مسلم وسنن اربع کے راوی اور قبل الاختلاط، صدوق تھے۔ (دیکھئے: ص ۶)

نوٹ:

سفیان بن عیینہؒ (م ۱۹۸ھ) خود، ''ثم لا یعود'' کی زیادتی کے بغیر، باقی حدیث کو اختلاط وتلقین سے پاک اور صحیح سمجھتے تھے چنانچہ ناصر الحدیث، امام محمد بن ادریس الشافعیؒ (م ۲۰۴ھ) کہتے ہیں کہ ''واحتج بحديث رواه يزيد بن أبي

زياد، عن عبد الرحمن بن أبي ليلى، عن البراء بن عازب قال: رأيت النبي صلى الله عليه وسلم إذا افتتح الصلاة يرفع يديه، قال سفيان: ثم قدمت الكوفة فلقيت يزيد بها، فسمعته يحدث بهذا وزاد فيه: ثم لا يعود، فظننت أنهم لقنوه. قال سفيان: هكذا سمعت يزيد يحدثه هكذا، ويزيد فيه: ثم لا يعود، قال: وذهب سفيان إلى أن يغلط يزيد في هذا الحديث ويقول: كأنه لقن هذا الحرف الآخر فلقنه''۔(اختلاف الحدیث ملحقا بالأم للشافعي: ج۸: ص ۶۳۵)

معلوم ہوا کہ ''ثم لا یعود'' کی زیادتی کے علاوہ، یہ حدیث خود، امام سفیان بن عیینہؒ (م ۱۹۸؁ھ) کے نزدیک بھی صحیح اور محفوظ تھی۔ کیونکہ انہوں نے ''ثم لا یعود'' کے بغیر، یہ حدیث، ان سے پہلے سن لی تھی۔

یعنی یزید بن ابی زیادؒ (م ۱۳۷؁ھ) سے، ''رفع یدیه مرة واحدة'' کے الفاظ، انہوں نے، ان کے اختلاط و تلقین سے پہلے سن لیے تھے۔ لہذا ''رفع یدیه مرة واحدة'' کے الفاظ، اختلاط و تلقین سے پاک ہیں۔ والحمدللہ

نیز ان کے متابع میں ثقہ راوی، عیسی بن عبدالرحمٰن بن ابی لیلیؒ بھی موجود ہیں۔ لہذا اختلاط و تلقین کا اعتراض ہی فضول ہوگا۔

(۴) عبدالرحمٰن بن ابی لیلی الانصاریؒ (م ۸۳؁ھ) بھی صحیحین، بلکہ کتب ستہ کے راوی اور ثقہ، عالم، حافظ ہیں۔ (تقریب: رقم ۳۹۹۳، سیر)

(۵) حضرت براء بن عازبؓ (م ۷۲؁ھ) مشہور صحابی رسول ﷺ ہیں۔ (تقریب)

حکم:

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ اس کے تمام روات ثقہ یا صدوق اور سند حسن ہے۔

نیز ''ثم لا یعود'' کی زیادتی کے بغیر، ''رفع یدیه مرة واحدة'' کے الفاظ کے ساتھ، یہ حدیث محدثین کے نزدیک صحیح و محفوظ ہے، کما مر۔

الغرض ''ثم لا یعود'' کے بغیر بھی، حدیث البراء بن عازب سے ترک رفع یدین ثابت ہے، والحمدللہ۔

ایک اور سند:

ثقہ، حافظ، امام محمد بن ہارون الرویانیؒ (م ۳۰۷؁ھ) کہتے ہیں کہ

نا أبو الأشعث، نا زياد البكائي، نا محمد بن عبد الرحمن، عن عيسى، عن عبد الرحمن بن أبي ليلى، عن البراء قال: رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم أوجب الصلاة فرفع يديه حتى حاذتا بأذنيه مرة واحدة، لا يزيد على ذلك۔

میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ جب آپ نے نماز کی نیت باندھی، تو دونوں ہاتھ کانوں کے برابر اٹھائے، صرف ایک مرتبہ اس سے زیادہ نہیں کیا۔ (**مسند الرویانی: ج۱: ص ۲۴۰، حدیث نمبر ۳۴۸**)

سند کی تحقیق:

(۱) امام محمد بن ہارون الرویانیؒ (م ۳۰۷ھ) ثقہ، حافظ ہیں۔ (**سیر: ج ۱۴: ص ۵۰۷**)

(۲) ابو الاشعث، احمد بن المقدام بن سلیمان العجلی البصریؒ (م ۲۵۳ھ) ثقہ، ثبت ہیں۔ (**تحریر تقریب التہذیب: رقم ۱۱۰**)

(۳) زیاد بن عبد اللہ البکائی العامریؒ (م ۱۸۳ھ) صحیحین کے راوی اور **صدوق تكلم فيه من قبل حفظه فحديثه حسن لو انفرد ولم يخالف** ہیں۔ (**تحفة اللبيب بمن تكلم فيهم الحافظ ابن حجر من الرواة في غير التقريب: ج۱: ص ۳۹۳**)

(۴) محمد بن عبد الرحمٰن بن ابی لیلیٰؒ (م ۱۴۸ھ) سنن اربع کے راوی اور صدوق، سئی الحفظ ہیں، مگر متابع میں مقبول ہیں۔ (**تقریب: رقم ۶۰۸۱، مجلہ الاجماع: ش ۷: ص ۱۲، تحریر تقریب التہذیب: رقم ۶۰۸۱**)

نوٹ:

یہ روایت '' **فرفع يديه حتى حاذتا بأذنيه مرة واحدة** ''، کے الفاظ کے ساتھ، محمد بن عبد الرحمٰن بن ابی لیلیٰؒ (م ۱۴۸ھ) نے یزید بن ابی زیادؒ (م ۱۳۷ھ) کے ساتھ ساتھ، ان کے بھائی عیسیٰ بن عبد الرحمٰن بن ابی لیلیٰؒ (م ۱۴۸ھ) سے بھی سنی تھی۔ (دیکھئے ص ۱۷)

یعنی یہاں پر یزید بن ابی زیادؒ (م ۱۳۷ھ) کے متابع میں ثقہ راوی، عیسیٰ بن عبد الرحمٰن بن ابی لیلیٰؒ (م ۱۴۸ھ) موجود ہیں۔ والحمد للہ

(۵) عیسیٰ بن عبد الرحمٰن بن ابی لیلیٰؒ (م ۱۴۸ھ) سنن اربع کے راوی اور ثقہ ہیں۔ (**تقریب: رقم ۵۳۰۷**)

(۴)　عبدالرحمٰن بن ابی لیلی الانصاریؒ (م ۸۳ھ) کا تعارف گزر چکا۔

(۵)　حضرت براء بن عازبؓ (م ۷۲ھ) مشہور صحابی رسول ﷺ ہیں۔

حکم:

یعنی متابعت کی وجہ سے، یہ حدیث حسن ہے۔

خلاصہ یہ کہ "ثم لا یعود" کی زیادتی کے بغیر، "رفع یدیه مرة واحدة" کے الفاظ کے ساتھ، یہ حدیث محدثین کے نزدیک صحیح ومحفوظ ہے، کما مر۔ جس کی وجہ سے، ان الفاظ سے ترک رفع کا ثابت ہونا واضح ہے۔ واللہ اعلم

حدیث البراء میں "ثم لا تعود" کے الفاظ پر بحث:

امام ابو یعلی الموصلیؒ (م ۳۰۷ھ) فرماتے ہیں کہ

حدثنا اسحاق حدثنا ابن ادریس قال سمعت یزید بن ابی زیاد عن ابن ابی لیلیٰ عن البراء قال رأیت رسول اللّٰہ صلی اللہ علیه وسلم رفع یدیه حین استقبل الصلاة حتی رأیت ابهامیه قریباً من اذنیه ثم لم یرفعهما۔

سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب نماز شروع کی تو رفع یدین کیا حتی کہ دونوں ہاتھ کانوں کے برابر ہو گئے پھر پوری نماز میں رفع یدین نہ کیا۔ (**مسند ابی یعلیٰ الموصلی: ج ۲: ص ۹۰، رقم ۱۶۹۲**)

سند کی تحقیق:

(۱)　امام ابو یعلی الموصلیؒ (م ۳۰۷ھ) ثقہ، حافظ، شیخ الاسلام ہیں۔ (**المعین فی طبقات المحدثین: ج ۱: ص ۱۰۷، تذکرہ الحفاظ: ج ۲: ص ۱۹۹، رقم ۷۲۶، سیر اعلام النبلاء: ج ۱۱ ص ۱۰۷، رقم ۲۶۱۹**)

(۲)　اسحاق بن ابی اسرائیل ابراہیم، ابو یعقوب المروزیؒ (م ۲۴۵ھ) سنن ابی داود وسنن النسائی کے راوی اور ثقہ، مامون، **کان حافظا جدا، لم یکن مثله في الحفظ والورع** ہیں۔ (**تحریر تقریب التهذیب: رقم ۳۳۸، نیز دیکھئے أنیس السَّاري في تخریج وَتحقیق الأحادیث التي ذکرها الحَافظ ابن حَجر العسقلاني في فَتح البَاري: ج ۳: ص ۲۰۷۷، سیر: ج ۱۱: ص ۴۷۷**)

(٣) امام عبداللہ بن ادریس رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۹۲ھ) کتب ستہ کے راوی اور ثقہ، عابد، فقیہ ہیں۔ (تقریب: رقم ٣٢٠٧)

(٤) یزید بن ابی زیاد الکوفیؒ (م ۱۳۷ھ) اور

(٥) عبدالرحمٰن بن ابی لیلی الانصاریؒ (م ۸۳ھ) کا تعارف گزر چکا۔

(٦) حضرت براء بن عازبؓ (م ۷۲ھ) مشہور صحابی رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔

حکم:

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ اس کے تمام روات ثقہ یا صدوق اور سند حسن ہیں۔

سند کے راویوں کی تحقیق کے بعد اب اس حدیث پر فریق مخالف کے اعتراضات کا تحقیقی جائزہ پیش خدمت ہے۔

اعتراض نمبر ١:

زبیر علی زئی صاحب لکھتے ہیں کہ

اس حدیث کا دارومدار یزید بن ابی زیاد القرشی الھاشمی الکوفی پر ہے جو کہ ضعیف اور شیعہ تھا۔ (**نور العینین:** ص ١٤٥)

الجواب:

یزید بن ابی زیاد الکوفی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۳۷ھ) فی نفسہ ائمہ کرام رحمۃ اللہ علیہم کے نزدیک ثقہ یا صدوق ہیں، البتہ ان کا اخیر عمر میں حافظہ متغیر ہو گیا تھا اور وہ تلقین قبول کرنے لگے تھے، اسی وجہ سے ان پر کلام کیا گیا تھا۔ مگر قبل الاختلاط، وہ ثقہ یا صدوق ہیں۔ چنانچہ

- امام ابن سعد البصریؒ (م ۲۳۰ھ) کہتے ہیں کہ ''**و كان ثقة في نفسه إلا أنه اختلط في آخر عمره فجاء بالعجائب**''۔ (**الطبقات الکبری: ج٦: ص ٣٣٠**)
- جریر بن عبدالحمید الضبیؒ (م ۱۸۸ھ) نے کہا: ''**إن يزيد أحسنهم استقامة في الحديث، ثم عطاء بن السائب، و كان ليث أكثر تخليطًا**''۔

- امام احمد بن حنبلؒ (م ۲۴۱ھ) نے بھی کہا: ''أقول کما قال جریر''۔ (**کتاب العلل بروایت عبداللہ: رقم ۵٦۸۴**)

- حافظ احمد بن صالح المصریؒ (م ۲۴۸ھ) فرماتے ہیں کہ ''یزید بن أبی زیاد ثقة، و لا یعجبنی قول من تکلم فیه''۔

- امام محمد بن اسماعیل البخاریؒ (م ۲۵٦ھ) نے کہا: ''صدوق إلا أنه تغیر بِأَخَرةٍ''۔ (**العلل الکبیر للترمذی: ص ۳۹۱**)،

- امام ابوالحسن العجلی رحمۃ اللہ علیہ (م ۲٦۱ھ) نے کہا: '' کوفی ثقة جائز الحدیث و کان بآخرة یلقن''۔ (**کتاب الثقات: ج ۲: ص ۳٦۴، رقم ۲۰۱۹**)

- امام ابوداود السجستانیؒ (م ۲۷۵ھ) نے کہا: ''یزید بن أبي زیاد، ثبت، لا أعلم أحدا ترك حدیثه، و غیره أحب إلي منه''۔ (**سؤالات ابی عبید الآجری لابی داود السجستانی: رقم ۴۹۳**)

- امام یعقوب بن سفیان الفسویؒ (م ۲۷۷ھ) نے کہا: ''و یزید۔ و إن کانوا یتکلمون فیه لتغیره۔ فهو علی العدالة و الثقة، و إن لم یکن مثل الحکم و منصور''۔

- حافظ ابن حبان البستیؒ (م ۳۵۴ھ) نے کہا: ''کان صدوقا، إلا أنه لما کبر ساء حفظه و تغیر، و کان یلقن ما لقن، فوقعت المناکیر في حدیثه، فسماع من سمع منه قبل التغیر صحیح''۔ (**تہذیب التہذیب: ج ۱۱: ص ۳۳۰**)

- امام ابوعبداللہ الحاکمؒ (م ۴۰۵ھ) نے کہا: ''یزید بن أبي زیاد کان یذکر بالحفظ في شبابه، فلما کبر ساء حفظه، فکان یخطئ في کثیر من روایاته و حدیثه، و تقلب الأسانید و یزاد في المتون فلا یمیز''۔ (**الخلافیات للبیہقی: ج ۲: ص ۳٦۷**)

- ایک جگہ، حافظ نورالدین الہیثمیؒ (م ۸۰۷ھ) نے کہا: ''یزید بن ابی زیاد و هو حسن الحدیث''۔ (**مجمع الزوائد ج ۸ ص ۲۵۸، رقم ۱۳۹۴٦**)

- حافظ ابن حجر عسقلانیؒ (م ۸۵۲ھ) بھی کہتے ہیں کہ ''یزید بن أبي زیاد الکوفي من أتباع التابعین تغیر في آخر

عمره وضعف بسبب ذلك ''۔ (الطبقات المدلسین :ص ۴۸)

- محدث بدر الدین العینیؒ (م ۸۵۵ھ) فرماتے ہیں کہ 'وأما يزيد في نفسه فهو ثقة يقال جائز الحديث ''۔ (البنایۃ شرح الہدایۃ: ج ۲: ص ۲۵۵)

- امام ابن العماد الحنبلی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۸۹ھ) لکھتے ہیں '' وهو حسن الحديث ''۔ (شذرات الذہب: ج ۲: ص ۱۸۴)

- خود زبیر علی زئی صاحب بھی اپنی اسی کتاب کی ایک ''ایڈیشن'' میں کہتے ہیں کہ

(یزید بن ابی زیاد کی) پہلے حالت اچھی تھی بعد میں اس کا حافظہ خراب ہو گیا تھا، لہذا جنہوں نے اس کی توثیق کی ہے وہ اختلاط سے پہلے پر محمول اور جنہوں نے اس کی تضعیف کی ہے وہ اختلاط کے بعد پر مبنی ہے۔ (نور العینین :ص ۱۳۶، قدیم ایڈیشن)

- اہل حدیث عالم، شیخ رئیس احمد ندوی سلفی لکھتے ہیں کہ:

ائمہ کرام نے یزید بن ابی زیاد کو تخلیط و تغیر کا شکار ہونے کے بعد متروک وساقط الاعتبار قرار دیا ہے، لہذا جن ائمہ نے انہیں ثقہ وصدوق کہا انہوں نے تخلیط و تغیر کے شکار ہونے سے پہلے کی حالت کو ملحوظ رکھ کر توثیق وتصدیق کی ہے، اور یہ بات تمام ائمہ حدیث کو کہنی چاہیے۔ (سلفی تحقیقی جائزہ :ص ۵۷۶)

* مزید لکھتے ہیں:

موصوف یزید ایک زمانہ تک صحیح الحدیث تھے، لیکن بعد میں یہ تغیر حفظ کے شکار ہو گئے۔ (ملخصاً ص ۵۷۵)

خلاصہ یہ کہ ائمہ محدثین اور شیخ زبیر علی زئی و رئیس ندوی صاحب نے تسلیم کر لیا ہے کہ یزید بن ابی زیاد ایک زمانہ تک صحیح الحدیث اور ثقہ یا صدوق راوی تھے، مگر بعد میں موصوف اخیر عمر میں خرابی حافظہ کا شکار ہو گیا تھا اور جن ائمہ کرام رحمۃ اللہ علیہم نے ان پر جرح کی ہے وہ اخیر عمر میں اختلاط و تلقین کے بعد پر مبنی ہے اور اختلاط و تلقین کی وجہ سے ہی ائمہ نے ان پر جرح کی ہے۔

خلاصہ یہ کہ یزید بن ابی زیاد الکوفیؒ (م ۱۳۷ھ) قبل الاختلاط ثقہ یا کم از کم صدوق ہیں، ان کی مطلق تضعیف کرنا مرجوح ہے۔ واللہ اعلم

نیز یزید کے شیعہ ہونے سے ان کا اثنا عشری، جعفری شیعہ یا رافضی ہونا قطعاً لازم نہیں آتا کیونکہ یزید مذکور متقدمین میں سے ہیں، اور متقدمین علماء کی اصطلاح میں شیعہ اس کو کہتے ہیں جو محض حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر فضیلت دیتا ہو، اسے تفضیلی شیعہ بھی کہا جاتا ہے، اور ان متقدمین شیعوں میں موجودہ شیعوں کی طرح کفریہ عقائد (جیسے تکفیر صحابہ، انکارِ قرآن، عقیدہ رجعت وغیرہ) عموماً نہیں پائے جاتے تھے، اور جو شخص ان کفریہ عقائد کا معتقد ہوتا تھا متقدمین علماء اسے غالی رافضی کہتے تھے، جیسا کہ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ (م ۸۵۲ھ) فرماتے ہیں کہ:

''والتشيع محبة علي رضي الله عنه وتقديمه على الصحابة فمن قدمه على ابي بكر رضي الله عنه وعمر رضي الله عنه فهو غال في التشيع ويطلق عليه رافضي والا فشيعي فان انضاف الىٰ ذلك السب او التصريح بالبغض فغال في الرفض وان اعتقد الرجعة الى الدنيا فاشد في الغلو''۔

اصطلاح قدیم میں شیعیت حضرت علی رضی اللہ عنہ کی محبت اور ان کو دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم سے افضل سمجھنے کا نام ہے، جو شخص حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما پر مقدم سمجھتا ہے تو وہ غالی شیعہ ہے، اور اسی کو رافضی بھی کہا جاتا ہے، ورنہ شیعی کہتے ہیں پھر اگر اس کے ساتھ سب وشتم یا بغض ونفرت کا اظہار بھی ہو تو وہ رافضیت میں غلو کرنے والا ہے۔ (غالی رافضی ہے)۔ اور اگر وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دوبارہ دنیا میں آنے کا عقیدہ رکھتا ہو تو وہ غلو کرنے میں بھی آگے ہے۔ **(ھدی الساری مقدمہ فتح الباری: ص ۶۴۰)**

لہذا یہاں یزید کو شیعہ کہنا، صحت حدیث کے منافی نہیں ہے۔

اعتراض نمبر ۲:

رئیس ندوی صاحب کہتے ہیں کہ:

یہ حدیث یزید موصوف نے تخلیط وتغییر کے بعد بیان کی ہے جس پر دلیل یہ ہے کہ ابراہیم بن بیسار مادی نے بیان کیا کہ سفیان بن عیینہ کہتے ہیں کہ یزید بن ابی زیاد جب مکہ میں تھا تو اس نے یہ حدیث ہمیں ''جملہ لا یعود'' کے بغیر بیان کی اور جب کوفہ میں گیا تو اس نے یہ حدیث ہم سے ''جملہ لا یعود'' کے ساتھ بیان کی، تو میں نے گمان کر لیا کہ (ان کے اختلاط سے فائدہ اُٹھاتے ہوئے) انہیں اہل کوفہ نے یہ جملہ تلقین کر دیا ہے۔ **(ماحصل از تحقیقی جائزہ: ص ۵۷۶)**

زبیر علی زئی صاحب نے بھی یہی اعتراض کیا ہے۔ **(نور العینین: ص ۱۴۶)**

جواب:

اولاً　　اس زیادتی ''**ثم لا یعود**'' کے بغیر بھی، احناف کا دعویٰ ثابت ہے، جیسا کہ گزر چکا۔

دوم　　ابن ابی لیلیؒ (م ۱۴۸ھ) کے ایک طریق میں ''**رفع یدیه حتی حاذتا بأذنیه مرة واحدة، لا یزید علی ذلك**'' کے الفاظ ہیں، جن سے ''**ثم لا یعود**'' کی قوی تائید ہوتی ہیں۔ (دیکھئے: ص ۳)

سوم　　عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ (م ۸۳ھ) سے اس حدیث میں ''**ثم لا یعود**'' کے الفاظ نقل کرنے میں، یزید بن ابی زیادؒ (م ۱۳۷ھ) کے متابع میں ''۲، ۲'' ثقہ راوی عیسیٰ بن عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ اور حکم بن عتیبہؒ (م ۱۱۳ھ) موجود ہیں۔ (دیکھئے ص ۱۸)

اس لحاظ سے بھی یزید بن ابی زیادؒ (م ۱۳۷ھ) کی روایت میں ''**ثم لا یعود**'' کے الفاظ پر اعتراض فضول ہے۔

چہارم　　جزءرفع الیدین میں ہے کہ

''**وکذلك روی الحفاظ من سمع من یزید بن أبي زیاد قدیما منهم الثوري، وشعبة، وزهیر لیس فیه: ثم لم یعد**''۔ (ص ۲۹)

- امام ابوبکر البیہقیؒ (م ۴۵۸ھ) فرماتے ہیں کہ

''**والذي یدل علی أنه لقن هذه الکلمة فتلقنها، أن أصحابه القدماء لم یأثروها عنه مثل: سفیان الثوري، وشعبة بن الحجاج، وهشیم بن بشیر، وزهیر بن معاویة، وخالد بن عبد الله، وعبد الله بن إدریس، وغیرهم، إنما أتی بها عنه من سمع منه بأخرة، وکان قد تغیر وساء حفظه**''۔ (معرفۃ السنن والآثار: ج ۲: ص ۴۱۸)

- امام ابوداود السجستانیؒ (م ۲۷۵ھ) نے بھی کہا:

''**وروی هذا الحدیث هشیم، وخالد، وابن إدریس، عن یزید، لم یذکروا ثم لا یعود**''۔ (سنن ابی داود: حدیث نمبر ۷۵۰)

- امام ابوسعید الدارمیؒ (م ۲۸۰ھ) کہتے ہیں کہ

''**ومما یحقق قول سفیان أنهم لقنوه هذه الکلمة أن سفیان الثوري وزهیر بن معاویة وهشیما وغیرهم من أهل العلم لم یجیئوا بها، إنما جاء بها من سمع منه بأخرة**''۔ (الخلافیات للبیہقی: ج ۲: ص ۳۶۶)

- حافظ المغرب، امام ابن عبد البرؒ (م ٤٦٣ھ) فرماتے ہیں کہ

''فرواه عنه الثقات الحفاظ، منهم: شعبة، والثوري، وابن عيينة، وهشيم، وخالد بن عبد الله الواسطي لم يذكر واحد منهم عنه فيه قوله: "ثم لا يعود". وإنما قاله فيه عنه من لا يحتج به على هؤلاء''۔ (التمہید: ج ٩: ص ٢٢٠)

- حافظ المشرق، امام خطیب بغدادیؒ (م ٤٦٣ھ) نے کہا:

''فكان يزيد بن أبي زياد يروي هذا الحديث قديما ولا يذكره، ثم تغير وساء حفظه فلقنه الكوفيون ذلك فتلقنه ووصله بمتن الحديث۔ وقد روى سفيان الثوري وشعبة بن الحجاج وهشيم بن بشير وأسباط بن محمد وخالد بن عبد الله الطحان وغيرهم من الحفاظ هذا الحديث عن يزيد بن أبي زياد وليس فيه ترك العود إلى الرفع، وكانوا اسمعوه منه قديما قيل أن زاد فيه ما لقنه إياه الكوفيون من ترك العود إلى الرفع''۔ (الفصل للوصل: ص ٣٦٩)،

- حافظ ابو بکر السیوطیؒ (م ٩١١ھ) کہتے ہیں کہ

''وقد سمعه الحفاظ منه قديما بدونها هشيم وخالد بن الطحان وأبن أدريس عند أبي داود والثورى وشعبة وأسباط بن محمد عند أحمد''۔ (المدرج الی المدرج: ص ١٩)

- حافظ مجد الدین، ابن الاثیر الجزریؒ (م ٦٠٦ھ) نے کہا:

''والذي يدل على أنه لقنها، أن أصحابه القدماء لم يرووها عنه مثل: سفيان الثوري، وشعبة، وهشيم، وزهير، وخالد، عبد اللّٰه بن إدريس، وإنما أتى بها من سمعها منه بآخره، وكان قد تغير وساء حفظه وكان يحيى ابن معين يضعفه''۔ (الشافی لابن الاثیر: ج ١: ص ٥١٧)

- حافظ عبد الکریم بن محمد، ابو القاسم القزوینیؒ (م ٦٢٣ھ) نے بھی کہا:

''واستدل على أنه لقن الكلمة أن أصحابه القدماء لم يأتوا بها عنه كسفيان الثوري وشعبة بن الحجاج وهشيم وزهير بن معاوية وعبد الله بن إدريس وغيرهم، وإنما أتى بها من سمع منه بأخرة وكان قد تغير وساء حفظه''۔ (شرح مسند الامام الشافعی للقزوینی: ج ٣: ص ١٢٤)

ان عبارات سے معلوم ہوا کہ یزید بن ابی زیاد کے اختلاط وتلقین کے زمانے سے پاک، قدیم السماع کے نام درج ذیل ہیں:

* سفیان الثوریؒ (م ۱۶۱ھ)۔
* شعبۃ بن الحجاجؒ (م ۱۶۰ھ)۔
* ہشیم بن بشیرؒ (۱۸۳ھ)۔
* زہیر بن معاویۃؒ (م ۱۷۴ھ)۔
* خالد بن عبداللہ الواسطیؒ (م ۱۸۲ھ)۔
* عبداللہ بن ادریس الکوفیؒ (م ۱۹۲ھ)۔
* اسباط بن محمد، ابومحمد القرشیؒ (م ۲۰۰ھ)۔

یعنی ائمہ محدثین کے نزدیک، قبل اختلاط یزید، ان ائمہ نے ان سے سماع کیا ہے، مگر انہی قدیم السماع علماء وائمہ نے یزید بن ابی زیاد الکوفیؒ (م ۱۳۷ھ) سے ''ثم لا یعود'' کی زیادتی نقل کی ہے، چنانچہ

<u>سفیان الثوریؒ (م ۱۶۱ھ) کی روایت:</u>

ثقہ، ثبت، حافظ، امام ابوجعفر الطحاویؒ (م ۳۲۱ھ) فرماتے ہیں کہ

حدثنا أبو بكرة قال: ثنا مؤمل, قال: ثنا سفيان قال: ثنا يزيد بن أبي زياد عن ابن أبي ليلى عن البراء بن عازب رضي الله عنه قال: كان النبي صلى الله عليه وسلم إذا كبر لافتتاح الصلاة, رفع يديه حتى يكون إبهاماه قريبا من شحمتي أذنيه, ثم لا يعود۔ (شرح معانی الآثار: ج۱: ص ۲۲۴، حدیث نمبر ۱۳۴۶)

غور فرمائیں! یہاں سفیان الثوریؒ (م ۱۶۱ھ) نے یزید بن ابی زیادؒ (م ۱۳۷ھ) سے ''ثم لا یعود'' کی زیادتی نقل کی ہے، مگر اس سند میں مومل بن اسماعیلؒ (م ۲۰۶ھ) پر کلام ہے، لیکن ان کے متابع ثقہ، حافظ، امام وکیع بن الجراحؒ (م ۱۹۷ھ) موجود ہیں، چنانچہ امام ابوالحسن الدارقطنیؒ (م ۳۸۵ھ) کہتے ہیں کہ

حديث: رأيت رسول الله يرفع يديه حين يفتتح الصلاة... الحديث۔

تفرد به محمد بن عبد الرحمن بن أبي ليلى عن أخيه عيسى والحكم عن عبد الرحمن الأكبر،

وروٰاه عباس بن غالب عن وكيع عن الثوري -والذي قبله أصح -ورواه يزيد بن أبي زياد عنه، وتفرد به روح بن مسافر عن الأعمش عن يزيد۔ (**کتاب اطراف الغرائب والافراد للدارقطنی: ج ۲: ص ۲۹۲**)،

غور فرمائیں! ابن ابی لیلیٰؒ (م ۱۴۸ھ) کا طریق ''ثم لا یعود'' کی زیادتی کے ساتھ ہی منقول ہے، دیکھئے **سنن ابی داود: حدیث نمبر ۷۵۲، مصنف ابن ابی شیبۃ: حدیث نمبر ۲۴۵۵**۔

معلوم ہوا کہ سفیان عن یزید بن ابی زیاد کے طریق سے ''ثم لا یعود'' کی زیادتی نقل کرنے میں مومل بن اسماعیلؒ (م ۲۰۶ھ) کے متابع میں امام وکیع بن الجراحؒ (م ۱۹۷ھ) موجود ہیں۔

لہذا یہاں پر، مومل ؒ (م ۲۰۶ھ) پر کلام فضول ہوگا۔

خلاصہ یہ کہ سفیان الثوریؒ (م ۱۶۱ھ) نے یزید بن ابی زیادؒ (م ۱۳۷ھ) سے ''ثم لا یعود'' کی زیادتی نقل کی ہیں۔

<u>عبداللہ بن ادریس الکوفیؒ (م ۱۹۲ھ) کی روایت:</u>

امام ابویعلی الموصلیؒ (م ۳۰۷ھ) فرماتے ہیں کہ

حدثنا اسحاق حدثنا ابن ادریس قال سمعت یزید بن ابی زیاد عن ابن ابی لیلیٰ عن البراء قال رأیت رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم رفع یدیہ حین استقبل الصلاۃ حتی رأیت ابھامیہ قریباً من اذنیہ ثم لم یرفعھما۔

سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب نماز شروع کی تو رفع یدین کیا حتی کہ دونوں ہاتھ کانوں کے برابر ہوگئے پھر پوری نماز میں رفع یدین نہ کیا۔ (**مسند ابی یعلی الموصلی: ج ۲: ص ۹۰، رقم ۱۶۹۲**)

اس سند کی تحقیق وتفصیل ص ۵، پر موجود ہے۔ نیز ابن ادریسؒ (م ۱۹۲ھ) کی طریق کی ایک اور سند بھی موجود ہے، چنانچہ ثقہ، حافظ محمد بن ابراہیم بن علی، ابوبکر ابن المقریؒ (م ۳۸۱ھ) فرماتے ہیں کہ

حدثنا عمر بن إسماعيل بن أبي غيلان، ثنا يحيى الحماني، ثنا شريك، وموسى الأنصاري، وابن إدريس، عن ابن ابی زیاد، عن عبد الرحمن بن أبي ليلى، عن البراء رضي الله عنه، قال: رأيت رسول الله صلى الله

علیه وسلم فرفع یدیه في أول تكبيرة ثم لم يعد ۔(الجزء الثالث عشر من فوائد ابی بکر محمد بن ابراهیم المقری، دراسة وتحقیقا، رسالة دکتوراه، للدکتور خالد بن منصور الدريس بجامعة الملک سعود: ص ۵۱۲، حدیث نمبر ٦۵)

سند کی تحقیق:

(۱) حافظ محمد بن ابراہیم بن علی، ابوبکر ابن المقریؒ (م ۳۸۱ھ) ثقہ، محدث کبیر ہیں۔(تاریخ الاسلام: ج ۸: ص ۵۲۴)،

(۲) عمر بن اسماعیل بن ابی غیلانؒ (م ۳۰۷ھ) بھی ثقہ، متقن ہیں۔(ارشاد القاصی والدانی: ص ۴۴٦)،

(۳) یحیی بن عبد الحمید الحمانیؒ (م ۲۲۸ھ) صحیح مسلم کے راوی اور کم از کم صدوق ہیں۔(مجلہ الاجماع: ش ۳: ص ۹۷)

(۴) عبد اللہ بن ادریس الکوفیؒ (م ۱۹۲ھ) کا تعارف گزر چکا۔(ص:)، نیز ان کے متابع میں ثقہ، لا باس بہ، راوی موسی بن محمد الانصاریؒ موجود ہیں اور شریک بن عبد اللہ النخعیؒ (م ۱۷۸ھ) قبل تغیر حفظہ صدوق تھے، بلکہ حافظؒ (م ۸۵۲ھ) تو کہتے ہیں کہ ''کان من الاثبات ولما ولي القضاء تغیر حفظه''۔(الجرح والتعدیل لابن ابی حاتم الرازی: ج ۸: ص ۱٦۰، طبقات المدلسین لابن حجر: ص ۳۳، فتح الباری: ج ۴: ص ۴۲۲)،

(۵) یزید بن ابی زیاد الکوفیؒ (م ۱۳۷ھ) اور

(٦) عبد الرحمٰن بن ابی لیلی الانصاریؒ (م ۸۳ھ) کا تعارف گزر چکا۔

(۷) حضرت براء بن عازبؓ (م ۷۲ھ) مشہور صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

حکم:

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ یہ حدیث حسن ہے۔

قدیم السماع، امام عبد اللہ بن ادریسؒ (م ۱۹۲ھ) نے یزید بن ابی زیاد الکوفیؒ (م ۱۳۷ھ) سے ''ثم لا یعود'' کی زیادتی نقل کی ہے۔

ہشیم بن بشیرؒ (۱۸۳ھ) کی روایت:

امام ابو یعلی الموصلیؒ (م ۳۰۷ھ) فرماتے ہیں کہ

حدثنا إسحاق، حدثنا هشيم، عن يزيد بن أبي زياد، عن عبد الرحمن بن أبي ليلى، عن البراء قال: رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم حين افتتح الصلاة كبر، ورفع يديه حتى كادتا تحاذيان أذنيه، ثم لم يعد۔

سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب نماز شروع کی تو رفع یدین کیا حتی کہ دونوں ہاتھ کانوں کے برابر ہو گئے پھر پوری نماز میں رفع یدین نہ کیا۔ (**مسند ابی یعلی الموصلی: حدیث نمبر ۱۶۹۱**)

سند کی تحقیق:

(۱)　امام ابو یعلی الموصلیؒ (**م ۳۰۷ھ**) کا تعارف گزر چکا۔

(۲)　اسحاق بن ابی اسرائیل ابراہیم، ابو یعقوب المروزیؒ (**م ۲۴۵ھ**) سنن ابی داود و سنن النسائی کے راوی اور ثقہ، مامون، **كان حافظا جدا، لم يكن مثله في الحفظ والورع** ہیں۔ (**تحریر تقریب التہذیب: رقم ۳۳۸**، نیز دیکھئے **أنيس السَّاري في تخريج وَتحقيق الأحاديث التي ذكرها الحَافظ ابن حَجر العسقلاني في فَتح البَاري: ج ۳: ص ۲۰۷۷**، سیر: ج ۱۱: ص ۴۷۷)

(۳)　امام ہشیم بن بشیر الواسطیؒ (**م ۱۸۴ھ**) صحیحین کے راوی اور ثقہ، ثبت، امام ہیں۔ (**تقریب: رقم ۷۳۱۲**)

(۴)　یزید بن ابی زیاد الکوفیؒ (**م ۱۳۷ھ**) اور

(۵)　عبد الرحمٰن بن ابی لیلی الانصاریؒ (**م ۸۳ھ**) کا تعارف گزر چکا۔

(۶)　حضرت براء بن عازبؓ (**م ۷۲ھ**) مشہور صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

حکم:

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ اس کے تمام روات ثقہ یا صدوق اور سند حسن ہیں۔

اور یہی وجہ ہے کہ امام الجرح والتعدیل، امام ابو احمد، ابن عدی الجرجانیؒ (**م ۳۶۵ھ**) کہتے ہیں کہ

''**ورواه هشيم وشريك وجماعة معهما عن يزيد بإسناده وقالوا فيه ثم لم يعد**''۔ (**الکامل لابن عدی: ج ۹: ص ۱۶۵**)

خلاصہ یہ کہ یزید بن ابی زیاد الکوفیؒ (**م ۱۳۷ھ**) کے ''۳'' قدیم السماع تلامذہ سے ''ثم لا یعود'' کی زیادتی

منقول ہے۔یعنی جب ''٣'' قدیم السماع تلامذہ سے ''ثم لا یعود'' کی زیادتی منقول ہے،تو ''ثم لا یعود'' کی زیادتی کو مدرج یا تلقین کا نتیجہ کہنا محل نظر ہوگا،کیونکہ تلقین تو وہ اخیر عمر میں قبول کرتے تھے۔(دیکھئے ص:)،

اوران ''٣'' تلامذہ نے یزید سے قبل الاختلاط روایت لی ہے،جیسا کہ محدثین نے صراحت کی ہے۔لہذا ''ثم لا یعود'' کی زیادتی کو مدرج یا تلقین کا نتیجہ کہنا غیر صحیح ہوگا۔بلکہ صحیح بات یہ ہے کہ یزید چونکہ قبل الاختلاط صدوق تھے،لہذا کبھی وہ یہ زیادتی بیان کرتے تھے اور کبھی نہیں بھی کرتے یا کبھی یہ زیادتی بھول جاتے اور کبھی یاد آنے پر بیان کردیتے۔واللہ اعلم

- چنانچہ حافظ علاء الدین مغلطائیؒ (م ٧٦٢ھ) کہتے ہیں کہ

''فلما كانت حاله بهذه المشابهة جاز أن يحمل أمره على أنه حدّث ببعض الحديث تارة و بجملة أخرى، أو يكون قد نسي أو لا ثم تذكر آخرا''۔(شرح ابن ماجہ لمغلطائی:ص ١٤٧٠)

- محدث بدر الدین العینیؒ (م ٨٥٥ھ) فرماتے ہیں کہ

''فلما كانت حاله بهذه المثابة جاز أن يحمل أمره على أنه حدث ببعض الحديث تارة و بجملته أخرى، أو يكون قد نسى أو لًا ثم تذكر''۔(عمدۃ القاری:ج ٥:ص ٢٧٣،نخب الافکار:ج ٤:ص ١٥٨،شرح ابی داود للعینی:ج ٣:ص ٣٥١)

- حافظ ابو الحسین القدوریؒ (م ٤٢٨ھ) کہتے ہیں کہ

''بل الواجب أن يحمل على أنه نسي الزيادة ثم تذكرها''۔(کتاب التجرید للقدوری:ج ٢:ص ٥١٩)

خلاصہ یہ کہ ''ثم لا یعود'' کی زیادتی کو مدرج یا تلقین کا نتیجہ کہنا مرجوح ہے۔

ایک روایت اور اس کا جواب:

ثقہ،حافظ،امام ابو الحسن الدارقطنیؒ (م ٣٨٥ھ) فرماتے ہیں کہ

حدثنا أبو بكر الآدمي أحمد بن محمد بن إسماعيل , نا عبد الله بن محمد بن أيوب المخرمي , نا علي بن عاصم , نا محمد بن أبي ليلى , عن يزيد بن أبي زياد , عن عبد الرحمن بن أبي ليلى , عن البراء بن عازب , قال: رأيت رسول الله صلى الله عليه و سلم حين قام إلى الصلاة فكبر و رفع يديه حتى ساوى بهما أذنيه ثم لم يعد. قال علي: فلما قدمت الكوفة قيل لي: إن يزيد حي , فأتيته فحدثني بهذا الحديث , فقال: حدثني عبد الرحمن بن أبي

ليلى, عن البراء, قال: رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم حين قام إلى الصلاة فكبر ورفع يديه حتى ساوى بهما أذنيه, فقلت له: أخبرني ابن أبي ليلى أنك قلت: ثم لم يعد؟, قال: لا أحفظ هذا فعاودته, فقال: ما أحفظه۔

حضرت براءؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ جب آپ نماز کیلئے کھڑے ہوتے تو تکبیر کہتے اور اپنے دونوں ہاتھوں کو کانوں کے برابر اٹھاتے پھر دوبارہ ایسا نہیں کرتے۔(اس سند کے ایک راوی) علی بن عاصمؒ کہتے ہیں: جب میں کوفہ آیا تو مجھے کہا گیا کہ یزید (بن ابی زیاد) زندہ ہیں، سو میں ان کے یہاں گیا تو انہوں نے مجھے یہ حدیث سنائی، انہوں نے کہا: مجھ سے عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ نے بیان کیا وہ حضرت براءؓ سے روایت کرتے ہیں، آپؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ دیکھا کہ جب آپ نماز کیلئے کھڑے ہوتے تو تکبیر کہتے اور اپنے دونوں ہاتھوں کو کانوں کے برابر اٹھاتے۔تو میں نے یزیدؒ سے کہا کہ مجھ سے (محمد) بن ابی لیلیٰؒ نے بیان کیا کہ آپ (اس حدیث میں آگے یہ بھی) کہتے ہیں کہ ''پھر دوبارہ ایسا نہیں کرتے'' تو یزیدؒ نے کہا مجھے یہ (جملہ) یاد نہیں، میں نے ان سے دوبارہ عرض کیا، مگر انہوں نے یہی کہا کہ مجھے یہ جملہ یاد نہیں۔(**سنن الدارقطنی: ج ۲: ص ۵۱، حدیث نمبر ۱۱۳۲**)

الجواب:

علی بن عاصم بن صہیبؒ (**م ۲۰۱ھ**) ضعیف راوی ہیں۔(**تحریر تقریب التہذیب: رقم ۴۷۵۸**)، اور انہوں یزیدؒ (**م ۱۳۷ھ**) سے کب سماع کیا ہے، اس کا کوئی علم نہیں ہے۔واللہ اعلم

لہذا یہ روایت ''**ثم لا یعود**'' کے مدرج ہونے پر دلیل نہیں بن سکتی۔

مزید یہ کہ یزید بن ابی زیادؒ (**م ۱۳۷ھ**) ''**ثم لا یعود**'' کی زیادتی نقل کرنے میں منفرد بھی نہیں ہیں، بلکہ ان کے متابع میں ''۲، ۲'' ثقہ راوت موجود ہیں، چنانچہ

متابع نمبر ''۱'' اور متابع نمبر ''۲'':

امام ابوداود السجستانیؒ (**م ۲۷۵ھ**) فرماتے ہیں کہ

حدثنا حسين بن عبد الرحمن، أخبرنا وكيع، عن ابن أبي ليلى، عن أخيه عيسى، عن الحكم، عن عبد الرحمن بن أبي ليلى عن البراء بن عازب قال: رأيت رسول الله - صلى الله عليه وسلم - رفع يديه حين افتتح

الصلاۃ، ثم لم یرفعهما حتی انصرف ۔(سنن ابی داود: حدیث نمبر ٧٥٢، ت الارنؤط، سنن ابی داود بتحقیق عوامۃ: حدیث نمبر ٧٥٢، سنن ابی داود بتحقیق عصام موسی ہادی: حدیث نمبر ٧٥٢)

سند کی تحقیق:

(١) امام ابوداود السجستانیؒ (م ٢٧٥ھ) کی ذات گرامی تعارف کی محتاج نہیں ہے۔

(٢) حسین بن عبدالرحمٰن، ابوعلی الجرجرائیؒ (م ٢٥٣ھ) سنن ثلاثہ ماخلا ابن ماجہ کے راوی اور ثقہ ہیں۔(تاریخ الاسلام: ج٦: ص ٤٣، تحریر تقریب التہذیب: رقم ١٣٢٧)،

(٣) وکیع بن الجراحؒ (م ١٩٧ھ) کتب ستہ کے راوی اور ثقہ، حافظ، عابد ہیں۔(تقریب: رقم ٧٤١٤)

(٤) محمد بن عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰؒ (م ١٤٨ھ) صدوق، سیئ الحفظ ہیں، مگر متابعت میں مقبول ہیں۔(تحریر تقریب التہذیب: رقم ٦٠٨١)،

(٥) عیسی بن عبدالرحمٰن بن ابی لیلیؒ سنن اربع کے راوی اور ثقہ ہیں۔(تقریب: رقم ٥٣٠٧)

(٦) الحکم بن عتیبۃ الکندیؒ (م ١١٣ھ) کتب ستہ کے راوی اور ثقہ، ثبت، فقیہ ہیں۔(تقریب: رقم ١٤٥٣)

(٧) عبدالرحمٰن بن ابی لیلی الانصاریؒ (م ٨٣ھ) کا تعارف گزر چکا۔

(٨) حضرت براء بن عازبؓ (م ٧٢ھ) مشہور صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

حکم:

یعنی متابعت کی وجہ سے، یہ حدیث حسن ہے۔

نوٹ:

کتاب المصنف لابن ابی شیبۃ میں ہے کہ ''حدثنا وكيع، عن ابن أبي ليلى، عن الحكم وعيسى، عن عبد الرحمن بن أبي ليلى، عن البراء بن عازب: أن النبي صلى الله عليه وسلم كان إذا افتتح الصلاة رفع يديه ثم لا يرفعهما حتى يفرغ''۔(حدیث نمبر ٢٤٥٥)،

یعنی یزید بن ابی زیادؒ (م ١٣٧ھ) ''ثم لا یعود'' کی زیادتی نقل کرنے منفرد نہیں ہیں، بلکہ ان کے متابع میں ثقہ، ثبت، فقیہ، امام الحکم بن عتیبۃ الکندیؒ (م ١١٣ھ) اور ثقہ، عالم عیسی بن عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰؒ موجود ہیں۔

اس لحاظ سے یزید بن ابی زیادؒ (م ١٣٧ھ) پر "ثم لا یعود" کی زیادتی کی تلقین کا الزام فضول ہے۔ واللہ اعلم

اعتراض:

حافظ عبداللہ بن امام احمد بن حنبلؒ (م ٢٩٠ھ) نے کہا: "حدثني أبي عن محمد بن عبد الله بن نمير قال نظرت في كتاب ابن أبي ليلى فإذا هو يرويه عن يزيد بن أبي زياد قال أبي و حدثناه وكيع سمعه من ابن أبي ليلى عن الحكم و عيسى عن عبد الرحمن بن أبي ليلى و كان أبي يذكر حديث الحكم و عيسى يقول إنما هو حديث يزيد بن أبي زياد كما رآه بن نمير في كتاب بن أبي ليلى قال أبي ابن أبي ليلى كان سيء الحفظ و لم يكن يزيد بن أبي زياد بالحافظ"۔ (علل احمد بروایت عبداللہ: رقم ٧٠٨)،

جزء رفع الیدین میں ہے کہ "و إنما روى ابن أبي ليلى هذا من حفظه فأما من حدث عن ابن أبي ليلى من كتابه فإنما حدث عن ابن أبي ليلى عن يزيد فرجع الحديث إلى تلقين يزيد"۔ (ص ٣٠)

الجواب:

محمد بن عبد الرحمٰن بن ابی لیلیٰؒ (م ١٤٨ھ) کے بارے میں

- امام بخاریؒ (م ٢٥٦ھ) نے کہا: "ابن أبي لَيلَى هو صدوقٌ، و لا أروي عنه لأنه لا يُدرَى صحيح حديثه من سقيمه، و كل من كان مثل هذا فلا أروي عنه شيئًا"۔ (سنن الترمذی: حدیث نمبر ٣٦٤)
- حافظ ابو الحسن العجلیؒ (م ٢٦١ھ) نے کہا: "صدوق ثقة۔ و كان فقيهاً صاحب سنة۔ صدوقاً جائز الحديث۔ و كان قارئاً للقرآن عالماً به"۔ (تاریخ الثقات: رقم ١٤٧٦)
- حافظ ابو زرعۃ الرازیؒ (م ٢٦٤ھ) نے کہا: "صالح ليس بأقوى مايكون"۔
  * ایک اور جگہ کہا: "رجل شريف"۔ (اجوبۃ ابی زرعۃ: ج ١: ص ٧٢٧)
- حافظ ابو حاتم الرازیؒ (م ٢٧٧ھ) نے کہا: "محله الصدق، كان سيء الحفظ، شغل بالقضاء فساء حفظه، لا يتهم بشيء من الكذب إنما ينكر عليه كثرة الخطأ، يكتب حديثه و لا يحتج به، و ابن أبى ليلى و الحجاج بن أرطاة ما أقربهم"۔
- حافظ یعقوب بن سفیان الفسویؒ (م ٢٧٧ھ) نے کہا: "ثقة عدل، فى حديثه بعض المقال، لين الحديث

عندهم ''۔

- امام ابوعیسی الترمذیؒ (م۲۷۹ھ) نے کہا: ''ابن أبي ليلى صدوق فقيه، وربما يهم في الإسناد ''۔(سنن الترمذی: حدیث نمبر ۱۷۱۵)

- حافظ ساجیؒ (م۳۰۷ھ) نے کہا: ''كان سیء الحفظ، لا يتعمد الكذب، فكان يمدح في قضائه، فأما في الحديث فلم يكن حجة''۔

- امام ابن خزیمہؒ (م۳۱۱ھ) نے کہا: ''ليس بالحافظ، وإن كان فقيها عالما ''۔(تہذیب التہذیب: ج۹: ص۳۰۲)،

- حافظ ابن عدی رحمۃ اللہ علیہ (م۳۶۵ھ) نے کہا: '' مع سوء حفظه يكتب حديثه''۔(الکامل: رقم ۱۶۶۳)

- امام ابوالحسن الدارقطنیؒ (م۳۸۵ھ) نے کہا: ''ثقة في حفظه شيء ''۔(سنن الدارقطنی: ج۱: ص۱۲۴ بحوالہ موسوعة أقوال أبي الحسن الدارقطني في رجال الحديث وعلله: ج۲: ص۵۹۶)

- حافظ زکی الدین المنذری رحمۃ اللہ علیہ (م۶۵۶ھ) لکھتے ہیں: '' صدوق امام ثقة ردئ الحفظ''۔(الترغیب: ج۵،: ص۵۳۵)

- حافظ الذہبیؒ (م۷۴۸ھ) نے کہا: ''وكان صاحب قرآن وسنة. قرأ عليه حمزة وكان صدوقاً جائز الحديث ''۔(العبر للذہبی: ج۱: ص۱۶۲)

* ایک جگہ کہا: ''حديثه في وزن الحسن ولا يرتقي إلى الصحة، لأنه ليس بالمتقن عندهم ومناقبه كثيرة ''۔(تذکرۃ الحفاظ: ج۱: ص۱۲۹)

* ایک اور جگہ حافظ ابن حبانؒ (م۳۵۴ھ) کے قول ''كان ابن أبي ليلى رديء الحفظ، فاحش الخطأ، فكثر في حديثه المناكير، فاستحق الترك۔ تركه: أحمد، ويحيى '' کے جواب میں کہتے ہیں کہ ''لم نرهما تركاه، بل لينا حديثه''۔(سیر: ج۶: ص۳۱۴، نیز دیکھئے میزان الاعتدال)

- حافظ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ (م۷۵۱ھ) لکھتے ہیں: '' ثقة حافظ جليل ''۔(ملخصاً زاد المعاد: ج۵: ص۱۳۷)

- حافظ ابن رجبؒ (م۷۹۵ھ) نے کہا: ''وابن أبي ليلى إمام صدوق جليل القدر لكن في حفظه شيء ''۔

(نزهة الأسماع في مسألة السماع: ص ۴۵)

- امام ابوالحسن نورالدین الہیثمی رحمۃ اللہ علیہ (م ۸۰۷ھ) لکھتے ہیں: '' ابن ابی لیلی سیئ الحفظ وحدیثه حسن انشاء الله ''۔ (مجمع الزوائد ج ۳، ص ۲۳۸ وج ۴، ص ۳۵)

- حافظ ابن الملقن رحمۃ اللہ علیہ (م ۸۰۴ھ) نے کہا: '' صدوق سیئ الحفظ ''۔ (البدر المنیر: ج ۱۶: ص ۴۲۳)

- حافظ ابن حجر عسقلانیؒ (م ۸۵۲ھ) نے کہا: ''ضُعف لسوء حفظه ولم يترك ''۔ (فتح الباری: ج ۲: ص ۵۱)

- حافظ شمس الدین السخاویؒ (م ۹۰۲ھ) نے کہا: ''محمد بن عبد الرحمن بن أبي ليلى فقيه عالم صدوق لكنه سيء الحفظ مضطرب الحديث ليس بحجة ''۔ (الأجوبة المرضية فيما سئل السخاوي عنه من الأحاديث النبوية: ج ۳: ص ۱۱۴۱)

یعنی محدثین کا اتفاق ہے کہ محمد بن عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰؒ (م ۱۴۸ھ) صدوق، جلیل القدر، امام ہیں۔ البتہ اکثر کے نزدیک سئی الحفظ ہونے کی وجہ سے ضعیف ہیں اور ایک جماعت کے نزدیک ثقہ یا حسن الحدیث ہیں، کما مر۔

مگر چونکہ وہ متفق علیہ طور پر صدوق ہیں۔ لہذا اس ''ثم لا يعود'' والی روایت میں ان کے تمام طرق کا اعتبار ہوگا، خاص طور سے جب کہ ''ابن أبي ليلى عن يزيد بن أبي زياد'' اور ''ابن أبي ليلى عن الحكم و عيسى '' کے طریق کے درمیان تطبیق ممکن ہو۔ چنانچہ حافظ علاء الدین مغلطائیؒ (م ۷۶۲ھ) فرماتے ہیں کہ

وأما ما ذكره الخلال في كتاب العلل عن أحمد قال ابن نمير نظرت في كتاب ابن أبي ليلى فإذا هو يرويه عن يزيد بن أبي زياد فغير ضائر لاحتمال أن يكون قد رواه عنهما - والله أعلم۔ (شرح ابن ماجہ لمغلطائی: ص ۱۴۷)

یعنی ترک رفع کی یہ روایت، جب ابن ابی لیلیٰؒ (م ۱۴۸ھ) کو دونوں طریق سے ملنے کا احتمال ہے تو صرف ان کی کتاب میں موجود طریق کو ترجیح دیکر، دوسرے طریق کو مرجوح قرار دینا صحیح نہیں ہوگا۔ واللہ اعلم

نیز یہاں پر اس بات کا بھی امکان ہے کہ محمد بن عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰؒ (م ۱۴۸ھ) نے ''ابن أبي ليلى عن الحكم و عيسى '' کے طریق کو اچھی طرح محفوظ تھی، جس کی دلیل، امام العلل، حافظ ابوحاتم الرازیؒ (م ۲۷۷ھ) کے کلام میں موجود ہے، چنانچہ امام ابومحمد عبدالرحمٰن بن ابی حاتم الرازیؒ (م ۳۲۷ھ) کہتے ہیں کہ

وسألت أبي عن حديث رواه النعمان بن المنذر، عن مكحول، عن عنبسة، عن أم حبيبة، عن النبي (صلى الله عليه وآله وسلم) قال: من حافظ على ثنتي عشرة ركعة في يوم وليلة، بني له بيت في الجنة؟

فقال أبي: لهذا الحديث علة، رواه ابن لهيعة، عن سليمان بن موسى، عن مكحول، عن مولى لعنبسة بن أبي سفيان، عن عنبسة، عن أم حبيبة، عن النبي (صلى الله عليه وآله وسلم)۔

قال أبي: هذا دليل أن مكحول لم يلق عنبسة، وقد أفسده رواية ابن لهيعة۔

قلت لأبي: لم حكمت برواية ابن لهيعة، وقد عرفت ابن لهيعة وكثرة أوهامه؟

قال أبي: في رواية ابن لهيعة زيادة رجل، ولو كان نقصان رجل، كان أسهل على ابن لهيعة حفظه۔

(کتاب العلل لابن ابی حاتم الرازی: ج ۲: ص ۴۲۵-۴۲۷)

لہذا یہاں بھی یہی کہا جائے گا کہ في رواية ابن ابن ليلى زيادة رجل، ولو كان نقصان رجل، كان أسهل على ابن ابن ليلى حفظه۔

غالباً یہی وجہ ہے کہ جزء رفع یدین میں موجود جرح کے جواب میں محدث بدرالدین العینیؒ (م ۸۵۵ھ) کہتے ہیں کہ

''وإن سلمنا أن حديث محمد بن أبي ليلى /ضعيف، أليس هو متابع ليزيد بن أبي زياد؟''۔(شرح ابی داود: ج ۳: ص ۳۵۳)

لہذا ابن ابی لیلیٰؒ (م ۱۴۸ھ)، یزید کے متابع میں موجود ہیں اور امام بخاریؒ اور امام احمدؒ کی رائے مرجوح ہے۔ واللہ اعلم

اور جب ابن ابی لیلیٰؒ (م ۱۴۸ھ)، یزید کے متابع میں موجود ہیں، تو یزید پر ''ثم لا یعود'' کی زیادتی نقل کرنے پر اعتراض ہی فضول ہوگا۔

خلاصہ یہ کہ ''ثم لا یعود'' کی زیادتی کے بغیر بھی حدیث البراء سے ترک رفع ثابت ہے، نیز ''ثم لا یعود'' کی زیادتی کو مدرج کہنا بھی محل نظر ہے۔ واللہ اعلم

رفع یدین عند الرکوع منسوخ ہے۔

-مولانا نذیر الدین قاسمی

ثقہ، حافظ، امام ابوعبداللہ محمد بن الحارث الخشنی القیر وانیؒ (م ۳۶۱ھ) نے کہا:

حدثنی عثمان بن محمد قال: قال لی عبید اللہ بن یحیی: حدثنی عثمان بن سوادة ابن عباد عن حفص بن میسرة عن زید بن اسلم عن عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ قال: کنا مع رسول اللہ بمکة نرفع ایدینا فی بدء الصلاة وداخل الصلاة عند الرکوع۔

فلما ھاجر النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم الی المدینة ترک رفع الیدین فی داخل الصلاة عند الرکوع وثبت علی رفع الیدین فی بدء الصلاة۔

(عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ مکہ میں تھے تو ہم نماز کے شروع میں رفع یدین کرتے اور نماز کے اندر رکوع کے وقت بھی پھر جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ ہجرت فرمائی تو نماز کے اندر رکوع کے وقت کے رفع یدین کو ترک فرما دیا اور نماز کے شروع کے رفع یدین پر باقی رہے)۔**(اخبار الفقہاء والمحدثین للخشنی: ص ۲۱۴، طبع دار الکتب علمیۃ، بیروت)**

اس روایت سے معلوم ہوا کہ رکوع والا رفع یدین منسوخ ہے۔

<u>سند کی تحقیق:</u>

(۱)　امام محمد بن الحارث بن اسد، ابوعبداللہ الخشنی القیر وانیؒ (م ۳۶۱ھ) مشہور امام، حافظ الحدیث، فاضل، اہل علم ہیں۔**(سیر اعلام النبلاء: ج ۱۰: ص ۴۲۹، جمہرة تراجم الفقہاء المالکیة: ج ۲: ص ۱۰۴۲، رقم ۱۰۱۴)**

(۲)　عثمان بن محمد سے مراد، عثمان بن محمد بن یوسف القری ہے۔**(اخبار الفقہاء والمحدثین: ص ۱۶)**

اور ان کے بارے میں حافظ ابوالولید، ابن الفرضیؒ (م ۴۰۳ھ) نے کہا:

کان: یزعم أنہ سمع من محمد بن وضاح، وعبید اللہ بن یحیی وغیرھما۔

و كان علمه الذي ينسب إليه ويغلب عليه التنجيم. وقد ألف كتابا: في فقهاء الأندلس أخذ عنه وقرئ عليه، و كان كذابا أخبرني بذلك من أثق به، ممن وقف على كذبه۔

وما كان يستأهل أن يحدث عنه۔ (تاریخ علماء الاندلس: ص ۳۴۹-۳۵۰)

غور فرمائیں! ''و كان كذابا'' کا فاعل نہ معلوم ہے، لہذا مجہول کی جرح مقبول نہیں۔

نیز اس عبارت سے ظاہر ہوتا ہے کہ کذب کا تعلق حدیث سے نہیں بلکہ خارجی امور (تنجیم) وغیرہ سے ہے۔ واللہ اعلم

نوٹ:

غیر مقلد عالم، غلام مصطفی ظہیر امن پوری صاحب نے حافظ ابو الولید، ابن الفرضیؒ (م ۴۰۳ھ) کی جرح کو آدھا نقل کیا کہ ''و كان كذابا''۔ (مسئلہ رفع الیدین: ص ۱۰۰، از غلام مصطفی ظہیر امن پوری، طبع دار الاختصاص والتحقیق)

اللہ تعالی ان کی غلطی کو معاف فرمائے۔۔ آمین۔

اور حافظ ابو الولید، ابن الفرضیؒ (م ۴۰۳ھ) کی نقل کردہ جرح مرجوح ہے، جیسا کہ گزر چکا۔ واللہ اعلم

دوسری طرف امام محمد بن الحارث بن اسد، ابو عبد اللہ الخشنی القیر وانیؒ (م ۳۶۱ھ) کہتے ہیں کہ

و الذى لا شک فيه ان احمد بن زياد هذا و اخاه كانا (۔۔) لابن وضاح فيمكن ان تكون الكتب فى يده اجازة، قال محمد: دلنى على صحة ماتوهمت من ذلک ان ابن وضاح رحمه الله كان اسمح الناس باجازة الكتب۔

حدثنى عثمان بن محمد القرى قال: حضرت ابن وضاح عند موته و عنده جماعة قال: ليحفظ عنى من حضر و ليعلم به من لم يحضر ان كل من سمع منى و جالسنى فقد اجزت له كل كتاب عندى فليحدث به عنى۔ (اخبار الفقہاء والمحدثین: ص ۱۶)

غور فرمائیں! حافظ محمد بن الحارث، ابو عبد اللہ الخشنی القیر وانیؒ (م ۳۶۱ھ) کے نزدیک، عثمان بن محمد القری کم از کم صدوق ہیں، جیسا کہ ان کی ضمنی توثیق سے ظاہر ہے۔

ایک اور جگہ ثقہ راوی عثمان بن سوادۃؒ کی ایک روایت کے بارے میں حافظ ابو عبد اللہ الخشنی القیر وانیؒ (م ۳۶۱ھ)

کہتے ہیں کہ

''وكان يحدث بحديث رواه مسنداً في رفع اليدين وهو غرائب الحديث واراه من شواذها''۔(اخبار الفقہاء والمحدثین: ص ۲۱۴)

یہاں ''ثقہ راوی کی روایت کے بارے میں'' شاذ کا حکم اس بات پر دال ہے کہ حافظ ابوعبداللہ الخشنی القیروانیؒ (م ۳۶۱ھ) کے نزدیک، عثمان بن محمد القری کم از کم صدوق ہیں، واللہ اعلم

لہذا ان کا صدوق ہونا راجح ہے۔ واللہ اعلم

(۳) عبیداللہ بن یحیی القرطبیؒ (م ۲۹۸ھ) ثقہ، امام، فقیہ ہیں۔(اخبار الفقہاء ص ۱۷۰، تاریخ علماء الاندلس: ج ۱: ص ۲۹۲، سیر اعلام النبلاء: ج ۱۳: ص ۵۳۱)

(۴) عثمان بن سوادۃ القرطبیؒ (م بعد ۲۳۰ھ) ثقۃ مقبولا عند القضاۃ والحکام ہیں۔(اخبار الفقہاء ص ۲۱۴، تاریخ علماء الاندلس: ج ۱: ص ۳۴۶، رقم ۸۹۰، وغیرہما)

(۵) حفص بن میسرۃ، ابوعمر الصنعانیؒ (م ۱۸۱ھ) صحیحین کے راوی اور ثقہ ہیں۔(تقریب: رقم ۱۴۳۳)

(۶) زید بن اسلم العدوی القرشیؒ (م ۱۳۶ھ) کتب ستہ کے راوی اور ثقہ، عالم ہیں۔(تقریب: رقم ۲۱۱۷)

(۷) عبداللہ بن عمر (م ۷۴ھ) مشہور صحابی رسول ﷺ ہیں۔(تقریب)

یعنی اس حدیث کے تمام روات ثقہ یا صدوق ہیں۔

اس روایت سے ظاہر ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے رکوع والا رفع الیدین اخیر عمر میں ترک کر دیا تھا اور یہی ائمہ احناف کی رائے ہے، چنانچہ

* مشہور فقیہ، حافظ الحدیث، امام ابوالحسین القدوریؒ (م ۴۲۸ھ) کہتے ہیں کہ

''الأصل كان الرفع في كل تكبيرة ثم نسخ ذلك ولأن ابن عباس بين أن آخر الفعلين منه - عليه السلام - كان ما نقوله''۔

اصل میں رفع یدین ہر تکبیر کے ساتھ کیا جاتا تھا مگر پھر یہ منسوخ ہو گیا، اور چونکہ ابن عباسؓ نے بیان کیا ہے کہ نبی اکرم ﷺ کا دونوں عملوں میں سے آخری عمل وہ تھا جو ہم نے کہا۔(التجرید للقدوری: ج ۲: ص ۵۲۲)

* حافظ ابو بکر جصاص الرازیؒ (م ۳۷۰ھ) نے کہا:

''فوجب أن ينسخ الرفع عند الركوع''۔

لہذا رکوع والا رفع یدین کو منسوخ قرار دیا جائے۔(**الفصول فی الاصول: ج ۲: ص ۳۰۹**)

* حافظ، امام ابو جعفر الطحاویؒ (م ۳۲۱ھ) بھی رکوع والا رفع یدین کو منسوخ مانتے ہیں، دیکھئے (**شرح معانی الآثار: ج ۱: ص ۲۲۵، حدیث نمبر ۱۳۵۶، شرح مشکل الآثار: ج ۱۵: ص ۳۳، حدیث نمبر ۵۸۲۵**)

* محدث بدر الدین العینیؒ (م ۸۵۵ھ) فرماتے ہیں کہ

''**وقد اتقنا الكلام فيه (في شرحنا للهداية) والذي يحتج به الخصم من الرفع محمول على أنه كان في ابتداء الإسلام، ثم نسخ. والدليل عليه أن عبد الله بن الزبير رأى رجلا يرفع يديه في الصلاة عند الركوع وعند رفع رأسه من الركوع، فقال له: لا تفعل، فإن هذا شيء فعله رسول الله صلى الله عليه وسلم ثم تركه**''

اور ہم نے شرح الہدایہ میں اس باب میں مضبوطی سے کلام کیا ہے، مدمقابل جن دلائل سے رفع یدین پر استدلال کرتا ہے وہ ابتداء اسلام پر محمول ہیں پھر یہ حکم منسوخ ہوگیا، اور اس پر دلیل یہ ہے کہ حضرت عبد اللہ بن الزبیرؓ نے ایک شخص کو دیکھا جو نماز میں رکوع میں جاتے اور رکوع سے اٹھتے وقت رفع یدین کر رہا تھا تو آپؓ نے اس سے فرمایا، ایسا نہ کرو، اس لئے کہ رسول اللہ ﷺ نے یہ عمل کیا تھا پھر اسے ترک فرما دیا تھا۔(**عمدۃ القاری: ج ۵: ص ۲۷۳**)

* محدث ملا علی القاریؒ (م ۱۰۱۴ھ) نے کہا:

''**وقد علم نسخها. فلا بد أن يكون هو مشمولا به، كما روي عن ابن الزبير ما يدل عليه**''۔(**فتح باب العنایۃ: ج ۱: ص ۲۹۰**)

* بحر العلوم، عبد العلی بن نظام الدین الکھنوی الحنفیؒ (م ۱۲۲۵ھ) کہتے ہیں کہ

''**فظاهر ان الرفع منسوخ، والله اعلم بالاحكام**''۔(**رسائل الارکان: ص ۷۳، طبع دار الکتب العلمیۃ، بیروت**)

* مشہور محدث خلیل احمد السہارنفوریؒ (۱۳۴۰ھ) کہتے ہیں کہ

''**وأما القائلون بعدم الرفع فإنهم لا ينكرون أن رسول الله - صلى الله عليه وسلم - رفع يديه بعد تكبيرة**

الافتتاح، ولکن ینکرون دوامه وبقاءه بأنه - صلى الله عليه وسلم - رفع يديه ثم تركه''

جو لوگ ترک رفع کے قائل ہیں وہ اس بات سے انکار نہیں کرتے کہ حضرت نبی اکرم ﷺ نے تکبیر تحریمہ کے بعد بھی رفع یدین فرمایا ہے، لیکن وہ اس عمل کے دوام اور بقاء کا انکار کرتے ہیں، اس طور پر کہ رسول اللہ ﷺ نے رفع یدین کیا پھر اس عمل کو ترک کر دیا۔ (**بذل المجہود: ج ۴: ص ۲۶**)

* اسی طرح، **عالم بالحدیث محدث رشید احمد الکنکوھی**ؒ (م **۱۳۲۳ھ**) نے کہا:

''وأما رفع اليدين عند تكبيرة الافتتاح فلم تنكره وكذلك عدم الرفع بين السجدتين لم يثبتوه فنقول هذه الرواية التي ذكرها الترمذي في الباب لا يجدي نفعًا وهذه الرواية إنما كانت مفيدة لو كنا أنكرنا ثبوت الرفع عن النبي صلى الله عليه وسلم وليس كذلك بل الذي ننكره بقاء العمل علية حتى قضى النبي صلى الله عليه وسلم۔۔۔۔۔فإن دليل النسخ واضح في الرفع۔۔۔۔وهو روايته الحديثين كليهما في الرفع ثم عمله بعدم الرفع''۔

رہا تکبیر تحریمہ کے وقت رفع الیدین تو ہم اس کے منکر نہیں ہیں، اسی طرح بین السجدتین رفع یدین کو وہ خود ثابت نہیں کرتے ہیں، پس ہم کہتے ہیں کہ یہ روایت جسے امام ترمذیؒ نے اس باب میں ذکر کیا ہے وہ اس باب میں مفید مطلب نہیں ہے، یہ (ہمارے خلاف بطور دلیل) مفید ہوتی اگر ہم رسول اللہ ﷺ سے رفع یدین کے ثبوت کا ہی انکار کرتے، حالانکہ ایسا نہیں ہے، ہم اس عمل کے حضرت نبی اکرم ﷺ کی وفات تک بقاء کے منکر ہیں، اس لئے کہ رفع یدین کے باب میں نسخ کی دلیل بالکل صاف ہے، اور وہ ان (امام ترمذیؒ) کا دونوں حدیثیں روایت کرنا ہے، رفع یدین کی اور پھر ان کے رفع یدین نہ کرنے کی۔ (**الکوکب الدری للکنکوھی: ج ۱: ص ۲۷۰-۲۷۱، طبع قدیم**)

* **ریحانۃ الھند**، شیخ الحدیث، محمد زکریا بن محمد یحیی الکاندھلویؒ (م **۱۴۰۳ھ**) فرماتے ہیں کہ

''وفی تیسیر الباری عن النهایة: ان ابن الزبیر رضی اللہ عنہ **رای رجلا یرفع یدیه عند الرکوع وعند رفع راسه فنهاه عن ذلک وقال: هذا امر فعله رسول الله ثم ترکه۔**

قلت فلو صح هذا کان نصاً فی النسخ''۔ (اوجز المسالک: ج ۲: ص ۹۰)

ایک اور مقام پر کہا:

''ومنها ان بعض انواع الرفع الثابتة فی الروایات متروک عند الجمیع ومجمع علیه کما تقدم، فهذا قرینة علی انه وقع النسخ فیه، فالاخذ بالمتفق علیه دون غیره اولی واحوط، وهو الرفع عند التحریمة''

اوران میں سے ایک یہ ہے کہ (نماز میں) بعض طرح کے (یعنی بعض مواقع پر) رفع یدین کرنا احادیث شریفہ سے تو ثابت ہیں مگر (عملاً) تمام کے نزدیک متروک ہیں، اوران (کے ترک) پر سب کا اتفاق ہے، جیسا کہ پہلے گزرا، یہ اس بات کا قرینہ ہے کہ رفع یدین کے سلسلہ میں نسخ واقع ہوا ہے، پس متفق علیہ کو لینا نہ کہ دوسرے کو یہی بہتر اوراسی میں احتیاط ہے، اور وہ (یعنی متفق علیہ رفع الیدین) تکبیر تحریمہ کے وقت کا رفع یدین ہے۔ **(اوجز المسالک: ج ۲: ص ۹۶)**

* دارالافتاء، دارالعلوم دیوبند کا فتوی ہے کہ

''ایسی معتبر ومستند کئی روایات ہیں، جن سے پتہ چلتا ہے کہ تکبیر تحریمہ کے علاوہ، رفع یدین والی روایت منسوخ ہے''۔ **(سوال وجواب نمبر ۱۶۷۳۰۷)**

- اور دارالافتاء جامعہ علوم اسلامیہ، علامہ محمد یوسف بنوری ٹاؤن کے فتوی نمبر ''144007200413'' میں ہے کہ امام ابوحنیفہؒ نے ترک رفع یدین والی روایات کو راجح قرار دیا ہے، کئی اکابر صحابہ کرامؓ کا معمول ترکِ رفع کا تھا اور یہی نبی کریم ﷺ کا آخری عمل ہے۔

تِلْكَ عَشَرَةٌ كَامِلَةٌ۔